ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
9 تا 15 فروری 2006ء
www.tanzeem.org

اس شمارے میں

فرنگ کی رگ جاں......
احوالِ قیامت کا بیان سورۃ الزلزال کی روشنی میں
سنوسی تحریک کے مقاصد واثرات
یادوں کی تسبیح (20)
سانحہ باجوڑ، امریکہ اور نیا عالمی نظام
حسن سیرت و کردار میں ہے
رن لاہور رن
تفہیم المسائل
عالم اسلام
دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

بالآخر مسلمان کامیاب ہوں گے

ظالموں اور جباروں کو ہدایت نہیں ہوا کرتی۔ "ذَرْهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ"۔ ان کی سرکشانہ ضلالت کچھ زمانے تک قائم رہے گی۔ کچھ مدت تک بندوں پر خدائی کرتے رہیں گے۔ آخر خدا کی حجت پوری ہوگی۔ اپنی روش تبدیل کرنے کے لیے انہیں متعدد موقعے دیئے جائیں گے، مہلت دی جائے گی مگر ان کے استبداد میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ انجام کار سب کے سب نیست و نابود ہو جائیں گے۔ حکومت جاتی رہے گی۔ سطوت و عزت فنا ہو جائے گی۔ نام و نشان تک مٹ جائے گا۔ دنیا میں خدا کی بادشاہی قائم ہوگی۔ اور پھر انہی مظلوموں کو برکات الٰہی نصیب ہوں گی، جن کی آزار رسانی میں ایک دنیا کو مزہ آ رہا ہے۔

فنائے استبداد کے بعد مسلمان کامیاب ہوں گے۔ ان پر خدا کی رحمت نازل ہوگی۔ زمانہ بھر کی نعمتوں سے مستفید ہوں گے۔

مولانا ابو الکلام آزادؒ
نگارشات آزاد ص:146

الھدیٰ (221)

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ النساء (آیات 95-96)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَي الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰي ۭ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَي الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٩٥﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٩٦﴾﴾

''جو مسلمان (گھروں میں) بیٹھ رہتے (اور لڑنے سے جی چراتے) ہیں۔ اور کوئی عذر نہیں رکھتے وہ اور جو اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑتے ہیں وہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہ نے مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر درجے میں فضیلت بخشی ہے اور (گو) نیک وعدہ سب سے ہے۔ لیکن اجر عظیم کے لحاظ سے اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر کہیں فضیلت بخشی ہے' (یعنی) اللہ کی طرف سے درجات میں اور بخشش میں اور رحمت میں۔ اور اللہ بڑا بخشنے والا (اور) مہربان ہے۔''

اس آیت میں جہاد کا لفظ قتال (یعنی جنگ) کے معنوں میں ہے۔ جہاں تک جہاد کا تعلق ہے وہ تو مومن کسی نہ کسی صورت ہر وقت کر رہا ہے' کیونکہ اللہ کی راہ میں کی جانے والی ہر کاوش جہاد ہے۔ دعوت و تبلیغ کا کام بھی جہاد ہے۔ اصلاحِ نفس کی کوشش بھی جہاد ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا: مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے۔ ایک دفعہ آپؐ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! افضل جہاد کون سا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: افضل جہاد یہ ہے کہ تم اپنے نفس کے خلاف جہاد کرو۔ یعنی اُسے اللہ تعالیٰ کا مطیع بناؤ۔ جہاد کے بہت سے گوشے ہیں لیکن اس کا آخری درجہ قتال ہے' لیکن جس طرح مومن و مسلم اور نبی و رسول مترادف الفاظ کے طور پر استعمال ہو جاتے ہیں' اسی طرح جہاد اور قتال بھی ایک دوسرے کی جگہ بولے اور لکھے جاتے ہیں۔

فرمایا' اہل ایمان میں سے بیٹھ رہنے والے یعنی وہ لوگ جو بلا عذر قتال فی سبیل اللہ کے لیے نہیں نکلتے اُن لوگوں کے مساوی نہیں ہو سکتے جو اللہ کی راہ میں جہاد و قتال کے لیے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ یہاں جہاد کی فضیلت بیان ہوئی اور ترغیب دی گئی۔ یہ صورت حال غزوۂ تبوک سے پہلے تک رہی کہ تب تک جہاد و قتال کے لیے نکلنا optional تھا۔ اسی لیے شرکت نہ کرنے والوں کو سرزنش بھی نہیں کی گئی۔ مگر غزوۂ تبوک کے موقعہ پر 9 ہجری میں جب پہلی مرتبہ نفیر عام ہوئی اور ہر ایک کے لیے قتال فی سبیل اللہ کے لیے نکلنا لازم قرار دیا گیا تو جو لوگ اس غزوہ کے لیے نہیں نکلے اُن سے وضاحت طلب کی گئی اور اُن کو سزا بھی دی گئی۔

چونکہ ابھی تک نفیر عام نہیں ہوئی تھی' اس لیے جہاد و قتال کے لیے ترغیب کا انداز اختیار کیا جا رہا ہے کہ جہاد میں شرکت کرنے والے اور نہ کرنے والے برابر نہیں ہیں' بلکہ اللہ نے فضیلت دی ہے اُن مجاہدوں کو جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کے لیے نکلے ہیں' اُن لوگوں پر جو بیٹھ رہے یعنی جہاد کے لیے نہیں نکلے۔ یہ فضیلت بہت بڑے درجے کی ہے۔ تاہم چونکہ یہ نکلنا فرض نہیں تھا' لہٰذا گرفت بھی نہیں کی گئی' بلکہ فرمایا گیا کہ سب ہی کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اچھا وعدہ ہے۔ البتہ اللہ نے فرمادیا کہ سب کے لیے اچھا وعدہ تو ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں لڑنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر اجرِ عظیم کے ساتھ فضیلت دی ہے۔ یہ درجات ہیں اللہ کی طرف سے' اور اس کی مغفرت اور رحمت ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

فرمانِ نبویؐ

چودھری رحمت اللہ بٹر

جنت کی ذمہ داری

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((مَنْ يَضْمَنْ لِيْ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ اَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ)) (رواہ البخاری)

حضرت سہل بن سعد ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مجھے ضمانت دے اپنی زبان اور شرمگاہ کی (کہ یہ دونوں غلط استعمال نہ ہوں گی) میں اُس کے لیے ذمہ داری لیتا ہوں جنت کی۔''

تشریح: انسانی اعضاء میں زبان کے علاوہ غلط استعمال سے جس عضو کی حفاظت کو خاص اہمیت حاصل ہے' وہ انسان کی شرمگاہ ہے۔ اس لیے اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ جو بندہ اس کا ذمہ لے لے کہ وہ غلط استعمال سے اپنی زبان کی بھی حفاظت کرے گا' اور شہوتِ نفس کو بھی اللہ کے احکام کا پابند رکھے گا' میں اس کے لیے اللہ کی طرف سے جنت کا ذمہ لے سکتا ہوں۔

تا خلافت کی بناء دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 15 — 9 تا 15 فروری 2006ء — 10 تا 16 محرم الحرام 1427ھ — شمارہ 6

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
فرقان دانش خان۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد **طابع**: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ ایشیا افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ کینیڈا آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
ڈرافٹ منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیمo

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

''فرنگ کی رگ جاں پنجۂ یہود میں ہے''

ڈنمارک کے ایک اخبار نے حضور اکرمؐ کا مزاحیہ خاکہ شائع کیا ہے۔ ہمارے نزدیک آپؐ کا محض خاکہ شائع کرنا ہی گستاخی اور توہین کے زمرے میں آتا ہے جبکہ کارٹون کی صورت میں یہ جرم سنگین تر اور ناقابل معافی بن جاتا ہے۔ اخبار کے ایڈیٹر نے یہ کہہ کر کہ میرے علم میں نہ تھا کہ مسلمانوں کے جذبات اس قدر مجروح ہوں گے' تلخی کو کم کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن ڈنمارک کے وزیراعظم نے معافی مانگنے کا مطالبہ مسترد کر دیا ہے۔ علاوہ ازیں یورپ کے دوسرے ممالک فرانس، جرمنی اور نیوزی لینڈ کے مختلف اخبارات نے اِن خاکوں کو Reprouduce کیا ہے' جس سے مسلمان بہت زیادہ مشتعل ہوئے ہیں اور مشرقِ وسطیٰ کے بعض ممالک میں ڈنمارک کے سفارت خانے کو نذرِ آتش کر دیا گیا ہے۔

سچی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کا معاملہ یہ ہے کہ توہین رسالت کے مرتکب کے لیے سزائے موت پر وہ اس لیے کسی قدر مطمئن ہو جاتے ہیں کہ انسان کا بس یہیں تک چلتا ہے۔ گناہ گار سے گناہ گار مسلمان بھی غازی علم الدین شہید بننے کی حسرت رکھتا ہے۔ ہم ان جذبات کی مکمل تائید کرتے ہیں۔ ہماری نظر میں شاتم رسولؐ صرف اور صرف موت کا حقدار ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو اپنے حقیقی دشمن کی اس گہری اور اور خوفناک چال کو سمجھنے کی کوشش بھی کرنی چاہیے' مثلاً تہذیبوں کے تصادم کا فلسفہ پیش کرنے والوں کی پشت پر کون ہے۔ نائن الیون کے ڈرامے کے اصل اور پس پردہ کردار کون ہیں' سیون سیون کس طرح Arrange کیا گیا' فرانس میں دو مسلمانوں کا قتل اور پھر اُس کی آڑ میں پُرتشدد ہنگامے کرنے والوں کی پشت پر کون تھا۔ ڈنمارک میں شائع ہونے والا مزاحیہ خاکہ ایڈیٹر کی لاعلمی کی بناء پر ہو سکتا ہے لیکن بعد ازاں فرانس، جرمنی اور دوسرے یورپی اخبارات میں اسے دوبارہ شائع کرنے والے کون ہیں۔ مسلمانوں کے مظاہروں کے باوجود ان خاکوں کی ویب سائٹ پر کون نمائش کرتا رہا۔

حقیقت یہ ہے کہ نئی صدی کے آغاز سے ہی یہودی اس منصوبہ پر زور و شور سے کام کر رہے ہیں کہ عیسائیوں کی قوت کو مسلمانوں کی ہلاکت و تباہی کے لیے استعمال کیا جائے۔ اس کام کا آغاز نائن الیون سے کیا گیا۔ یہودی فتنہ گروں نے امریکی انتظامیہ سے ساز باز کر کے ٹوئن ٹاورز کو دھماکہ خیز آتشگیر مادے سے ڈھیر کر دیا اور پھر پہلے سے طے شدہ منصوبے کے مطابق میڈیا کے ذریعے سارا ملبہ مسلمانوں پر ڈال دیا گیا۔ اِس طرح پہلے امریکیوں میں مسلمانوں کے خلاف زہر بھرا اور امریکہ نے افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی' پھر عراق میں وسیع تباہی پھیلانے والے اسلحہ کی موجودگی کا جھوٹ گھڑا' کیونکہ صدام حسین کا عراق گریٹر اسرائیل کی راہ میں رکاوٹ تھا اور وہاں امریکی فوجوں کے قبضہ کی راہ ہموار کی۔

یورپ کو چونکہ عراق کے خلاف امریکی کارروائی پر کچھ تحفظات تھے' لہٰذا اب یورپ میں ایسی کارروائیاں کی جا رہی ہیں کہ یورپ میں بھی امریکہ کی طرح عوام کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت پیدا ہو جائے اور اہل یورپ بھی مسلمانوں کو دہشت گرد اور اپنا دشمن سمجھنے لگیں۔ کیونکہ کچھ عرصہ سے یورپ میں یہودیوں کی سرگرمیوں پر ناپسندیدگی کا اظہار ہو رہا تھا۔ اور یہ سمجھا جا رہا تھا کہ امریکہ کو اسرائیل نے عراق میں گھسیٹا ہے۔ لہٰذا یہودیوں کی یورپ پر امریکہ جیسی گرفت نہیں رہی تھی۔ یہودی اب چاہتے ہیں کہ عیسائی دنیا کو مسلمانوں کے خلاف جنگ میں متحد کر دیں' پھر کوئی اسے صلیبی جنگ کہے یا کوئی تہذیبوں کا تصادم کہے' ان کی مراد بر آئے گی۔

مسلمانوں کے کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ وہ باہمی اتحاد کا زبردست مظاہرہ کریں۔ مزاحیہ خاکوں کی اشاعت کے فوراً بعد اگر OIC کی طرف سے اعلان ہو جاتا کہ ڈنمارک کی حکومت اور مذکورہ اخبار معذرت کریں۔ وگرنہ دوسری صورت میں بیک وقت ستاون اسلامی ممالک اُس سے سفارتی تعلقات منقطع کر لیں گے تو دوسرے یورپی ممالک کو اُس کی تقلید کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔ مسلمان ممالک کو اپنی قوت کا صحیح ادراک ہونا چاہیے۔ ہم اگرچہ عسکری لحاظ سے یورپ اور امریکہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے لیکن OIC اگر طے کر لے کہ کسی مسلمان ملک پر حملہ کی صورت میں یا (باقی صفحہ 18 پر)

گیارھویں غزل

(بالِ جبریل' حصّہ دوم)

ہزار خوف ہو' لیکن زباں ہو دل کی رفیق — یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق!
ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں؟ — فقط یہ بات' کہ پیرِ مغاں ہے مردِ خلیق!
علاجِ ضعفِ یقیں ان سے ہو نہیں سکتا — غریب اگرچہ ہیں رازی کے نکتہ ہائے دقیق!
مریدِ سادہ تو رو رو کے ہو گیا تائب — خدا کرے کہ ملے شیخ کو بھی یہ توفیق!
اُسی طلسمِ کہن میں اسیر ہے آدم — بغل میں اس کی ہیں اب تک بتانِ عہدِ عتیق
مرے لیے تو ہے اقرار باللّساں بھی بہت — ہزار شکر' کہ مُلّا ہیں صاحبِ تصدیق!
اگر ہو عشق' تو ہے کفر بھی مسلمانی — نہ ہو' تو مردِ مسلماں بھی کافر و زندیق!

1۔ ہر زمانے میں مومنوں کا طریقہ ایک ہی رہا ہے اور وہ یہ کہ انہوں نے جان بچانے کے لیے کبھی جھوٹ نہیں بولا' بلکہ ہمیشہ وہی بات زبان سے کہی' جس کو دل سے سچی اور برحق سمجھا۔ مثلاً امام حنبلؒ نے ہر قسم کی تکالیف برداشت کیں' لیکن مامون الرشید کو خوش کرنے کے لیے یہ نہیں کہا کہ قرآن مجید مخلوق ہے' کیونکہ اُن کا دِل یہ کہتا تھا کہ اللہ کا کلام مخلوق نہیں ہے۔

2۔ یہ شعر تو بالکل آسان ہے' لیکن اقبال نے اِس سے یہ نکتہ پیدا کیا ہے کہ جس طرح پیرِ مغاں کا خُلق' شراب نوشوں کے لیے باعثِ کشش ہوتا ہے' اسی طرح عالمِ دین' واعظ یا دینی پیشوا کے لیے صاحبِ خُلق ہونا ضروری ہے' تاکہ لوگ کثیر تعداد میں اس کی طرف رجوع کریں۔ اس شعر کے پردے میں اقبال اپنی قوم کے علماء اور واعظین کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آپ لوگ چونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین ہیں' اس لیے آپ حضرات کو بھی عوام الناس کے ساتھ محبت اور نرمی کا برتاؤ کرنا چاہیے۔

3۔ رازی سے امام فخر الدین رازیؒ مُراد ہیں' جن کی تفسیر ''مفاتیح الغیب'' تفسیر کبیر کے نام سے مشہور ہے۔ انہوں نے اپنی تفسیر میں مباحثِ کلامیہ اور مسائل عقلیہ اِس کثرت کے ساتھ درج کیے ہیں کہ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اِس تفسیر کا مطالعہ کرنے کے بعد دل میں اِس قدر یقین پیدا نہیں ہوتا' جس قدر شک پیدا ہوتا ہے۔ اقبال نے اِس شعر میں یہ بات بتائی ہے کہ اگرچہ امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں بڑے فلسفیانہ نکات بیان کیے ہیں جن کو پڑھ کر اُن کی ذہانت و فطانت اور تبحرِ علمی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے' لیکن اُن سے ضعفِ یقین کا علاج نہیں ہوسکتا' ایمان و عرفان کا رنگ پیدا نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ رازیؒ پر رومیؒ کو ترجیح دیتے ہیں' بلکہ خود فلسفی ہونے کے باوجود مولانا رومیؒ کے پیرو ہیں۔ رازی کے مطالعے سے پیچ و تاب کی کیفیت تو پیدا ہو سکتی ہے' لیکن سوز و گداز پیدا نہیں ہوسکتا۔

علامہ فخر الدین ابو عبداللہ رازیؒ (1149ء۔1209ء) ایران کے موجودہ دارالحکومت تہران سے چند میل کے فاصلے پر ''رے'' کے مقام پر پیدا ہوئے' جہاں آپ کے والد ضیاء الدین خطیب تھے' اس لیے آپ ابن خطیب بھی کہلاتے ہیں۔ شافعی اور اشعری عقیدہ رکھتے تھے۔ خوارزم میں معتزلہ عقائد کے خلاف تبلیغ کے لیے گئے' لیکن وہاں سے بخارا اور سمرقند جانے پر مجبور ہوئے۔ 1190ء میں غزنی اور پنجاب کا دورہ بھی کیا' پھر ہرات میں مستقل سکونت اختیار کی اور ایک مدرسے میں شیخ الاسلام کی حیثیت سے تدریس میں مصروف ہو گئے۔ سلطان علاؤ الدین محمد خوارزم شاہ آپ کا سرپرست تھا۔ حاسدوں نے آپ کو زہر دے دیا۔ جس سے جانبر نہ ہو سکے۔ آپ نے دینی علوم کو فلسفیانہ اور علم الکلام کے پیرایے میں پیش کیا۔ ابن سینا اور فارابی کے معترف اور امام غزالیؒ کے خلاف تھے۔ علمِ کلام میں مشہور تصنیف ''اساس التقدیس'' ہے۔ ''مفاتیح الغیب'' قرآن مجید کی تفسیر ہے جو تفسیر کبیر کے نام سے مشہور ہے۔

4۔ اس شعر میں اقبال نے بعض شیوخ (گدی نشینوں) کی غیر اسلامی زندگی کو بے نقاب کیا ہے کہ وہ اپنے مریدوں کو تو گناہوں سے توبہ کی تلقین کرتے ہیں' لیکن خود توبہ نہیں کرتے۔

5۔ اگرچہ قرآن نے رنگ' نسل' قوم' قبیلہ اور ذاتوں کے امتیاز کو مٹا دیا ہے' اور اگرچہ اِس کتاب نے پیشوائیت' مُلّائیت' احباریت' رہبانیت' ملوکیت اور سرمایہ داری کے تمام بتوں کو پاش پاش کردیا ہے' لیکن اولادِ آدم (جس میں مسلمان بھی شامل ہیں) ابھی تک اِن بُتوں کی پرستش کر رہے ہیں۔

6۔ اقرار باللّسان اور تصدیق بالقلب' یہ دونوں علمِ عقائد کی اصطلاحیں ہیں۔ اِن سے مراد ہے اسلامی عقائد کی صداقت کا زبان سے اقرار کرنا اور دل سے اِس قرار کی تصدیق کرنا۔ یعنی زبان کے ساتھ ساتھ دل بھی اسلام کی حقانیت پر گواہی دیتا جائے۔ اِس شعر میں اقبال نے اُن علماء اور فقہاء پر طنز کیا ہے جو صرف اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں' اور دوسروں کے ایمان کو شبے کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

7۔ اِس شعر میں اقبال نے اپنا مخصوص فلسفہ بیان کیا ہے' یعنی اقبال کی رائے میں اسلام کا معیار فقہی احکام نہیں بلکہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے' لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اقبال اوّل الذکر کے منکر ہیں یا اس کی ضرورت اور اہمیت کو تسلیم نہیں کرتے۔ شاعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک شخص عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار ہے تو اگر اس سے ارکانِ اسلام کی تعمیل میں کوتاہی ہو جائے تب بھی وہ مسلمان رہتا ہے' لیکن اگر ایک شخص ارکانِ اسلام تو بجالاتا ہے' لیکن اُس کا دل عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی ہے تو وہ مسلمان نہیں ہے۔ واضح ہو کہ پہلے مصرع میں ''کفر'' سے اصطلاحی کفر مراد نہیں ہے' کیونکہ اقبال یا کسی مسلمان میں یہ طاقت نہیں کہ کفر کو اسلام قرار دے دے' بلکہ اس کا مطلب ہے نافرمانی۔

اقبال نے اِسی مضمون کو فارسی میں بھی ادا کیا ہے:

طبعِ مُسلم از محبت قاہر است
مُسلم از عاشق نباشد کافر است

اس مصرع میں بھی کافر سے مراد فقہی اعتبار سے کافر نہیں ہے' بلکہ اُن کی مراد اس حقیقت کا اظہار ہے کہ ایسے مسلمان کے اسلام کا کیا اعتبار جو مسلمان ہو' لیکن عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہو۔

منبر و محراب

احوالِ قیامت کا بیان

سورۃ الزلزال کی روشنی میں

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 3 فروری 2006ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

سورۃ الزلزال کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد فرمایا: حضرات! آج ان شاء اللہ ہم سورۃ الزلزال کا مطالعہ کریں گے۔ اس سورۃ کے زمانہ نزول کے بارے میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا یہ مکی سورت ہے یا مدنی۔ سلف سے اس بارے میں دونوں آراء ملتی ہیں۔ بعض لوگ اسے مکی قرار دیتے ہیں اور بعض مدنی۔ تاہم اس سورۃ کا اسلوب اور نفس مضمون اس رائے کی تائید کرتا ہے کہ یہ مکی ہے۔ کیونکہ مکی سورتوں کا اصل موضوع انذارِ آخرت ہے اور اس سورۃ میں اسی کا بیان ہے۔

سورۃ النباء کی طرح اس سورۃ میں انذارِ آخرت کے حوالے سے چونکا دینے والا انداز اختیار کیا گیا ہے۔ اس کی پہلی آیت ہے:

﴿ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝١ ﴾

''اور جب زمین پوری شدت سے ہلا دی جائے گی۔''

زلزلے کا کچھ نہ کچھ تجربہ تو سب لوگوں کو ہوا ہوگا۔ جب زمین ہلتی ہے تو پاؤں تلے سے سرک جاتی ہے لیکن یہ زلزلہ ہلکے درجے کا ہوتا ہے۔ اس کی ریکٹر سکیل پر پیمائش کی جاتی ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کی شدت اتنی تھی۔ اس زلزلے کا معمولی سا تجربہ ہمیں حال ہی میں ہوا ہے۔ پاکستان کے شمالی علاقوں اور کشمیر میں زمین کی ایک جنبش سے لاکھوں افراد موت کے منہ میں چلے گئے۔ انسانی بستیاں اور آبادیاں کھنڈرات میں تبدیل ہو گئیں۔ یہ خوفناک نتیجہ اس ہلکے زلزلے کا ہے۔ اس کے برعکس قیامت کا زلزلہ انتہائی شدید ہوگا۔ اس کی شدت ہمارے حیطۂ خیال میں بھی نہیں آ سکتی کہ اس میں انتہائی شدت سے پوری زمین ہلا کر رکھ دی جائے گی۔

قرآن حکیم میں عام طور پر جس زلزلے کا ذکر آتا ہے وہ زلزلۃ الساعۃ ہے یعنی قیامت کا زلزلہ۔ قیامت دو طرح کی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کے اہم مرحلے دو ہیں۔ ایک تو وہ قیامت ہے جب دنیا میں ایک زبردست زلزلہ ہوگا جس کے نتیجے میں ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ انسان اور ہر ذی حیات مخلوق کے ساتھ ساتھ زمین پر بھی عمومی موت طاری ہو جائے گی۔ یہ اس عالم کا خاتمہ ہوگا جس میں ہم جی رہے ہیں۔ دوسری قیامت وہ ہے جب ہم دوبارہ کھڑے کیے جائیں گے اور میدان حشر کی طرف بھاگ رہے ہوں گے۔ ایسا دکھائی دے گا کہ گویا ہم سب کو اپنے ہدف کی طرف جانا ہے۔ قرآن مجید میں ''الساعۃ'' کا لفظ عام طور پر پہلی قسم کی قیامت یا مرحلے لیے آتا ہے۔ لفظ قیامت کا اطلاق بالعموم دوسرے مرحلے یعنی دوبارہ جی اُٹھنے کے مرحلہ پر ہوتا ہے۔

> **قیامت کا پہلا مرحلہ وہ ہوگا جب دنیا میں ایک زبردست زلزلہ ہوگا' جس کے نتیجے میں ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ یہ اس عالم کا خاتمہ ہوگا جس میں ہم رہ رہے ہیں**

ان دونوں مواقع پر زمین پوری طرح ہلائی جائے گی۔ پہلی مرتبہ ہلانے کے نتیجے میں ہر چیز تباہ ہو جائے گی۔ اس مرحلہ قیامت کا ذکر سورۃ الحج کے آغاز میں ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ۝١ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ۝٢ ﴾ (آیات: 2,1)

''اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو کہ قیامت کا زلزلہ ایک حادثہ عظیم ہوگا۔ (اے مخاطب) جس دن تو اس کو دیکھے گا (اس دن یہ حال ہوگا کہ) دودھ پلانے والی عورتیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی۔ اور تمام حمل والیوں کے حمل گر پڑیں گے۔ اور لوگ تجھے نشے میں مست نظر آئیں گے' حالانکہ وہ نشے میں مست نہیں ہوں گے' بلکہ (عذاب دیکھ کر) مدہوش ہو رہے ہوں گے۔ بے شک اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔''

سورۃ الحج کے برعکس اس سورۂ مبارکہ میں دوسرے مرحلہ قیامت کا ذکر ہے' جس کے نتیجے میں جو کچھ بھی زمین کے اندر ہے' باہر آ جائے گا۔ چنانچہ دوسری آیت میں یہی بات بیان کی گئی ہے۔ فرمایا:

﴿ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝٢ ﴾

''اور زمین اپنے بوجھ نکال کر رکھ دے گی''

زمین کے بوجھ سے کیا مراد ہے؟ بعض اہل علم کے نزدیک اس سے مراد خود انسان ہے' جو زمین کا سب سے بڑا بوجھ ہے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر قیامت تک آنے والے تمام انسان اس زمین ہی کا پیوند بنے ہیں۔ مرنے کے بعد انسان کی ارواح تو علیین یا سجین کے ساتھ شامل ہو جاتی ہیں لیکن جسد خاکی کے اجزائے ترکیبی اسی زمین کے اندر تحلیل ہوتے ہیں۔ دوسرا مرحلہ قیامت پر زمین ان تمام انسانوں کو نکال باہر کرے گی۔ اللہ تعالیٰ انسانوں کو زندہ کریں گے۔ قرآن عزیز کہتا ہے:

﴿ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ۝ ﴾ (طٰہٰ:55)

''اسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا' اور اسی میں تمہیں پھر پہنچا دیتے ہیں اور اسی سے تمہیں دوسری بار نکالیں گے۔''

زمین کے بوجھ سے مراد سیم و زر اور سونا چاندی وغیرہ بھی ہیں' جن کے لیے انسان بھاگتا دوڑتا ہے' ایک دوسرے کے گلے کاٹتا ہے' دوسروں کے حقوق تلف کرتا ہے' اللہ کے احکامات کو بھی پاؤں تلے روند ڈالتا ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا' زمین یہ تمام مال اسباب دنیاوی نکال کر پھینک دے گی۔ حیاتِ دنیوی کی یہ سب قیمتی متاع اور سرمایہ بے وقعت اور بے قیمت انسان کے سامنے پڑا رُل رہا ہوگا۔ اس وقت انسان اپنی نادانی پر سخت نادم ہوگا کہ ہائے افسوس! میں نے اس حقیر متاع کے لیے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے حکموں کو پامال کیا۔

آگے فرمایا:

﴿ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا ۝ ﴾

''اور انسان کہے گا اسے کیا ہو گیا ہے۔''

اس آیت میں لفظ انسان اگرچہ عام ہے لیکن اس میں اہل ایمان شامل نہیں ہیں' کیونکہ انہیں تو اس دنیا میں رہتے ہوئے اس بات کا یقین تھا کہ مرنے کے بعد ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ اس آیت سے بطور خاص وہ لوگ مراد ہیں جو قیامت کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا تھے' جو اُس کا انکار کرتے تھے' خواہ اُن کا انکار زبانی تھا یا عملاً ان کا رویہ ایسا تھا جیسا منکروں کا ہوتا ہے۔ اب جبکہ انہیں زندہ کر کے اُٹھایا جائے گا تو انہیں یہ احساس ہوگا یہ تو وہی بات ہے جس کی ہمیں خبر دی گئی تھی اور جس سے ڈرایا گیا تھا۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ایسے لوگوں کا قول بیان ہوا ہے کہ وہ کہیں گے:

﴿ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَاوَعَدَالرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ ﴾ (یٰسٓ: 52)

''اے ہے ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے (جگا) اُٹھایا۔ یہ وہی تو ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا۔ اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا۔''

آگے فرمایا:

﴿ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝ ﴾

''اس دن زمین اپنی تمام خبریں بیان کرے گی۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین انسانوں کے تمام احوال بیان کر دے گی' کہ انہوں نے میری سطح پر کیا کیا ظلم ڈھائے ہیں' کس کس طرح سے گناہوں کا ارتکاب کیا ہے' کیا کیا جرائم کیے ہیں۔ زمین کا یہ بیان پوری نوعِ انسانی کے حوالے سے بھی ہو سکتا ہے اور انفرادی طور بھی۔

اگلی آیت میں اس کا سبب بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝ ﴾

''اس واسطے کہ تیرے رب نے حکم بھیجا اُس کو (یعنی زمین کو)''

گویا زمین ایسا اپنی مرضی سے نہیں کرے گی بلکہ اللہ تعالیٰ زمین کو ایسا کرنے کا حکم دے گا۔ چنانچہ وہ اللہ کے حکم کی تعمیل میں ایسا کرے گی۔

اگلی آیت میں اُس دن انسانوں کی کیفیت کا بیان ہے۔ فرمایا:

﴿ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝ ﴾

''اس روز لوگ متفرق حالت میں پلٹیں گے' تاکہ اُن کے اعمال اُن کو دکھائے جائیں۔''

متفرق حالت میں ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اس کی صحیح کیفیت کا علم تو ہمیں اسی وقت حاصل ہوگا جب ہم وہاں پہنچیں گے اور وہاں پہنچنا یقینی ہے۔ وہاں پہنچ کر ہم پکار اُٹھیں گے کہ واقعتاً قرآن نے جو کہا تھا' سچ کہا تھا۔ البتہ اس کی قدرے وضاحت سورۃ الروم میں آئی ہے۔ فرمایا:

﴿ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ۝ ﴾ (روم: 14)

''اور جس دن قیامت قائم ہوگی' لوگ متفرق ہو جائیں گے''

لوگ دو گروہوں میں بٹ جائیں گے۔ ایک وہ لوگ ہوں گے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے۔ یہ کامیاب ہونے والے لوگ ہوں گے۔ اِن کا بدلہ جنت ہو گا۔ اور دوسرے وہ ہوں گے جنہوں نے حق کو جھٹلایا تھا' رسولوں کی تکذیب کی تھی اور آخرت کا انکار کیا تھا۔ یہ ناکام و نامراد گروہ ہوگا' جسے عذاب میں جھونک دیا جائے گا۔ دوسری رائے یہ ہے کہ متفرق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر آدمی دوسرے تمام انسانوں سے کٹ جائے گا۔ دنیا کے

روزِ قیامت ہر شخص انفرادی حیثیت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہو گا اور کوئی شخص کسی دوسرے کی مدد نہ کر سکے گا

رشتے اور تعلقات منقطع ہو جائیں گے' جیسا کہ ایک اور مقام پر فرمایا گیا:

﴿ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ۝ ﴾ (مریم: 95)

''اور قیامت کے دن لوگوں میں سے ہر ایک انفرادی حیثیت میں آئے گا''

یعنی کوئی یہ نہیں کہہ سکے گا کہ میرے والد صاحب بھی آجائیں وہ میری طرف سے جواب دے دیں گے' یا میرا فلاں دوست آئے گا اور میری طرف سے جواب دے گا۔ نہیں' بلکہ ہر شخص انفرادی حیثیت سے اللہ کے سامنے پیش ہوگا اور اُس کے آگے جوابدہ ہوگا۔

لِيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا ہر عمل خواہ وہ خیر کا ہو یا شر کا' عمل صالح ہو یا فعل بد' ہر عمل وہاں انسان کو دکھایا جائے گا۔ کیونکہ ہر چیز اعمال نامے میں موجود ہو گی۔ کراماً کاتبین انسان کے ہر عملِ نیک و بد کو لکھ رہے ہیں' اور یوں ہر چیز کا مکمل ریکارڈ تیار ہو رہا ہے' یہ ریکارڈ اور اعمال نامہ اتنا مکمل ہوگا کہ کوئی چیز بھی اس سے باہر نہ رہے گی۔ یہی وجہ ہے کہ اس اعمال نامے کو دیکھ کر انسان حیرت اور پریشانی سے کہے گا:

﴿ مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ﴾ (کہف: 49)

''یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی کو (کوئی بات بھی نہیں) مگر اُسے لکھ رکھا ہے۔''

آخری دو آیات بڑی چونکا دینے والی ہیں۔ فرمایا:

﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ ﴾

''جس شخص نے بھی عمل کیا ہوگا خیر کا' رائی کے دانے کے برابر بھی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرّے کے ہم وزن شر (برائی) کا ارتکاب کیا اسے بھی دیکھ لے گا۔''

ذرّہ عربی زبان میں چیونٹی کے انڈوں سے نکلنے والے بچے کو کہتے ہیں۔ اُسے انسان آنکھ بھی شاید نہیں دیکھ سکتی بلکہ مائیکرسکوپ کی مدد حاصل کی جاتی ہے۔ اتنا چھوٹا' اتنا باریک عمل خیر کا یا فعل بد جو بھی انسان کرے گا اُسے وہاں دیکھ لے گا۔ اگرچہ انسان کے اعمال نامہ میں ہر چھوٹی سی چھوٹی نیکی اور بدی بھی درج ہوگی' تاہم اعمال انسانی کی جزا و سزا کا معاملہ قدرے مختلف ہوگا۔ جس کی وضاحت ایک حدیث رسول ﷺ سے ہوتی ہے جو حضرت انسؓ سے مروی ہے حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بیٹھے کھانا تناول فرما رہے تھے کہ اس دوران یہ آیات (فمن يعمل.....الخ) نازل ہوئیں۔ جب انہیں اِن آیات کے نزول کا علم ہوا تو گھبرا اُٹھے اور کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ عرض کیا' یا رسول اللہ ﷺ کیا میں ذرہ برابر برائی کا بدلہ بھی دیکھوں گا' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا' اے ابوبکر! دنیا میں جو ناگوار معاملات (کوئی دکھ تکلیف غم بیماری) پیش آتے ہیں وہ اُس کی چھوٹی برائیوں کا کفارہ بن جاتے ہیں۔ اِس کے برعکس نیک اعمال کا معاملہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں محفوظ کر لیتا ہے اور آخرت میں ہر نیک عمل کا اجر کم از کم دس گنا دیا جائے گا۔ اور برائی انسان نے جتنی کی ہوگی' اُسی کے برابر اُس کی سزا پائے گا۔ یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کا مظہر ہے۔

سوال یہ ہے کہ کفار کے نیک اعمال کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ کیا ہے؟ کیا انہیں بھی اُس کی جزا ملے گی؟ قرآن وسنت کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ کفار دنیا میں جو اچھے کام انجام دیتے ہیں' اُن کا بدلہ انہیں اسی دنیا میں دے دیا جاتا ہے' مثلاً انہیں خوشحالی عطا کر دی جاتی ہے' انہیں شہرت سے نواز دیا جاتا ہے' اُن کی نیک نامی ہو جاتی ہے وغیرہ' اور یوں اُن کا حساب یہیں چکا دیا جاتا ہے۔ آخرت میں اُن کے لیے کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ چنانچہ قرآن عزیز کہتا ہے:

﴿ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴾ (الفرقان: 23)

''اور جو انہوں نے عمل کیے ہوں گے ہم ان کی طرف متوجہ ہوں گے تو اُن کو اُڑتی خاک کر دیں گے۔''

یہی معاملہ اُن لوگوں کے اعمال کا ہوگا جو دنیا میں مرض نفاق میں مبتلا ہوں رہے ہوں گے یا ریا کار ہوں گے۔ ایسے لوگ بھی اپنے اعمال کا اجر دنیا میں ہی پالیں گے۔ آخرت میں انہیں بھی ذلیل ورسوا ہونا پڑے گا۔ اُن کا کوئی بدلہ اجر نہ ہوگا۔

ان دونوں کے برعکس ایسا بندۂ مومن جو خیر کا کام بھی کر رہا ہے' صراط مستقیم پر چلنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن ساتھ ساتھ اُس سے گناہ بھی سرزد ہو رہے ہیں۔ کسی وقت جذبات سے مغلوب ہو کر اُس کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں اور اُس سے معصیت کا ارتکاب ہو جاتا ہے' گویا جس کے نامہ اعمال میں نیکیاں بھی ہوں گی اور گناہ بھی' ایسے شخص کا معاملہ کیا ہوگا۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ اگر اُن کی نیکیوں کا پلڑہ بھاری ہوگیا' تو کامیاب قرار پائیں گے اور گناہوں کا پلڑا بھاری ہوا تو ناکام ونامراد ہوں گے۔ اُن کا مقام حاویہ ہوگا: فرمایا:

﴿فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝﴾ (القارعہ)

''تو جس کے اعمال کے وزن بھاری نکلیں گے' وہ دل پسند عیش میں ہوگا۔ اور جس کے وزن ہلکے نکلیں گے اس کا مرجع ھاویہ ہوگا۔''

اِس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں چھوٹے سے چھوٹے گناہوں سے بھی بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر اپنی' کامل بندگی اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور محشر کی مشکلات سے بچائے۔ آمین! (مرتب: محبوب الحق عاجز)

پریس ریلیز — 3 فروری 2006ء

توہین آمیز کارٹون کی اشاعت سے مغرب کا اصل چہرہ بے نقاب ہو گیا ہے

حافظ عاکف سعید

نبی اکرم ﷺ کے بارے میں توہین آمیز کارٹون کی اشاعت سے مغربی معاشرے کی باطنی خباثت کھل کر سامنے آ گئی ہے۔ ظاہراً انسانوں اور جانوروں کے حقوق کا علمبردار بننے والا مغرب مسلمانوں کو حیوانوں کا درجہ دینے کو بھی تیار نہیں۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے اختتام پر کہی۔ انہوں نے کہا کہ اس ناپاک جسارت پر صرف لفظی احتجاج کافی نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کو ان مغربی ممالک کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنا چاہیے۔ اسلامی حکومتیں سفارتی سطح پر احتجاج کر کے انہیں مجبور کریں کہ وہ امت سے معافی مانگیں ورنہ ان ممالک سے سفارتی تعلقات ختم کر دیے جائیں۔ حافظ عاکف سعید نے کہا کہ قبل ازیں قرآن حکیم کی توہین کے واقعات بھی مسلمانوں کو ذہنی اذیت سے دوچار کرنے کی سازش کا حصہ تھے' حالیہ واقعہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس قسم کے واقعات دراصل ''جرم ضعیفی'' کی سزا کے طور پر امت مسلمہ کی ذلت ورسوائی کی صورتیں ہیں۔ بحیثیت امت مسلمہ ہم نے دین و ایمان کے تقاضے پورے نہ کر کے اللہ کی ناراضی مول لے رکھی ہے۔ یہ واقعہ بتا رہا ہے کہ اللہ کی مدد و نصرت ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ انہوں نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ان حالات میں اللہ کی ناراضی اور عذاب کی کیفیت سے باہر نکلنے کی کوشش کی بجائے ہم مخلوط میراتھن ریس اور بسنت کی تیاریوں کے ذریعے اللہ کو مزید ناراض کرنے والے کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ اگر اب بھی ہم انفرادی سطح پر شریعت کی پابندی اختیار کرتے ہوئے اسلامی نظام کے قیام کو اپنا مقصد حیات بنالیں تو اللہ کی مدد سے دنیا میں بڑی قوت بن کر اُبھر سکتے ہیں' پھر کوئی بدبخت توہین قرآن ورسالت کی جرأت نہ کر سکے گا۔ بصورت دیگر ہمیں مزید ایسے صدمات سہنا پڑیں گے۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی)

ضرورت ہے

دفتر حلقہ سندھ زیریں (کراچی) کے لیے ایک دینی مزاج کے حامل کل وقتی کمپیوٹر آپریٹر کی ضرورت ہے۔ جس میں مندرج ذیل صلاحیتیں ہوں:

☆ Inpage 2000 (With graphic Tools)
40/50 speed
☆ MS Office ☆ Corel Draw

تعلیمی قابلیت کم از کم انٹرمیڈیٹ' کام کرنے کا کم از کم ایک سال کا تجربہ لازمی ہے

برائے رابطہ: 021-4993464-5
E-mail: sind@tanzeem.org

اعتذار

گزشتہ شمارہ میں تنظیم اسلامی کے ''کل پاکستان اجتماع ذمہ داران'' کے اشتہار میں اجتماع کی تاریخ صحیح نہیں چھپ سکی۔ ہم اِس سہو پر قارئین سے معذرت خواہ ہیں۔ اشتہار میں درستگی کر کے اِسے دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے' ملاحظہ کیجیے۔ (ادارہ)

تنظیم اسلامی کا

آل پاکستان اجتماع ذمہ داران

2 تا 4 اپریل 2006ء بمقام: قرآن آڈیٹوریم لاہور

منعقد ہوگا۔ (ان شاء اللہ)

امراء ونقباء تنظیم کی شرکت لازم ہوگی۔ دیگر ناظمین وعہدہ داران بھی شرکت کی پوری کوشش کریں۔

المعلن: ناظم اعلیٰ' تنظیم اسلامی' پاکستان

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

سنوسی تحریک کے مقاصد اور اثرات

سید قاسم محمود

سنوسی کبیر یعنی محمد بن علی کی آواز پہلی آواز تھی جو لیبیا کے راہ گزاروں سے مغربی استعمار کے خلاف بلند ہوئی۔ حافظ خالد محمود ترمذی لکھتے ہیں: ''امام سنوسی کبیر کی تحریک کی نوعیت اُس دور کی سیاسی تحریکوں سے بالکل مختلف تھی۔ سنوسی تحریک اسلام کا ایک انقلابی تصور رکھتی تھی اور مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کو صحیح اسلامی اقدار کا حامل و تابع بنانا چاہتی تھی۔ اس تحریک کے بعد اِس کی تقلید میں عالمِ اسلام میں متعدد تحریکیں اٹھیں جو طریقہ کار اور اپنے افکار و نظریات کے معمولی اختلاف کے ساتھ ایک ہی مقصد کی حامل تھیں یعنی اقامتِ دین اور اعلائے کلمۃ الحق۔

اُس عہد کی اسلامی تحریکیں

نجد میں محمد بن عبدالوہاب کی تحریکِ توحید تو خیر اس تحریک سے پہلے برپا ہوئی، اور بعض اسے تمام تحریکوں کا پیش رَو قرار دیتے ہیں، لیکن وہ اِس تحریک سے قدرے مختلف تھی۔ بہر حال نائجیریا میں فولانی جہاد جو عثمان ابن فومتی کی سرکردگی میں ہوا اور جنہوں نے مغربی افریقہ میں ایک اسلامی ریاست ''سکوٹو'' قائم کی الجزائر میں عبدالحمید بن بادیس (متوفی 1940ء) کی وطنی تحریک جو سنوسی تحریک کی طرح ایک اصلاحی تحریک تھی اور بالآخر 1954ء میں الجزائر کی آزادی پر منتج ہوئی۔ ہندوستان میں حاجی شریعت اللہ کی فرائضی تحریک اور نثار علی عرف تیتو میر کی ''طریقہ محمدیہ'' کی تحریک۔ ترکی میں بدیع الزماں سعید نورسی (1873ء۔1960ء) کی ''نوری تحریک'' مصر میں امام حسن البناء شہید (1906-1949ء) کی تحریک الاخوان المسلمون' الجزیرہ میں عبدالقادر الجزائری (1808-1883ء)' گنی' سینیگال اور مالی میں الحاج عمر تجانی شہید (1794ء۔1864ء) کا جہاد اور صومالیہ میں محمد عبداللہ حسن (1864ء۔1920ء) کی تحریک جسے انگریز ''پاگل مُلّا'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ انڈونیشیا میں تحریک ماشومی' روسی ترکستان میں امام شامل کی جہادی تحریک اور لیبیا میں سنوسی تحریک اِس بات کے ثبوت ہیں کہ مسلمانوں کے اندر اللہ تعالیٰ نے زبردست نظریاتی اور عملی قوت ودیعت کی ہے' اور جس میں ہر قسم کے کٹھن مراحل اور صبر آزما حالات سے بخیر و خوبی عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت بدرجۂ اتم موجود ہے۔

سنوسی تحریک کا سیاسی پس منظر

جس زمانے میں سنوسی تحریک شروع ہوئی' اُس وقت وہ دور تھا جب سلطنتِ عثمانیہ رُوبہ زوال تھی۔ مسلمانانِ عالم پر جمود طاری تھا۔ فرنگی دیو استبداد جدید جنگی اسلحہ اور تکنیک کے بل بوتے پر اسلامی سلطنتوں اور حکومتوں کو ایک ایک کر کے ہڑپ کر رہا تھا۔ جوع الارض ہر لحہ بڑھ رہی تھی۔ مسلمانوں میں ہر طرح کی اخلاقی پستی اور مادی پس ماندگی و درماندگی پورے عروج پر تھی۔ خلافتِ عثمانیہ موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھی اور اُس کے زیرِ نگیں ممالک یورپی اتحادی طاقتوں کے خونین پنجے میں کراہ رہے تھے اور آزادی کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔ ترکی کی حالت جاں بہ لب مریض کی سی تھی۔ انگریز ترکی کو مردِ بیمار کے نام سے یاد کرتے تھے۔ اصل تنازعہ اُس کی وراثت کے بارے میں تھا۔ یورپ اور رُوس اِس مردِ بیمار کی وراثت اُس کی زندگی میں اُس کی موت سے پہلے تقسیم کر لینا چاہتے تھے۔ چنانچہ فرانس الجزائر اور تیونس پر قبضہ جما رہا تھا۔ اٹلی طرابلس پر پنجہ گاڑے ہوئے تھا۔ مصر برائے نام محمد علی کے زیرِ تسلط تھا' اصل حکمرانی برطانیہ اور فرانس کی تھی۔ جب الجزائر پر برطانیہ نے فرانس کا قبضہ تسلیم کر لیا تو فرانس نے مصر پر برطانیہ کا تسلط مان لیا۔

اُستاد شاگرد کا مکالمہ

یہ حالات تھے جن میں سنوسی نے اپنی تحریک شروع کی۔ بانیِ تحریک محمد بن علی سنوسی کے زمانہ طالب علمی کا ایک خاص واقعہ یہاں قابلِ ذکر ہے۔ ایک دفعہ وہ ایک ریت کے ٹیلے پر گہری سوچ میں بیٹھے ہوئے تھے اور ریت پر انگلیوں سے لکیریں کھینچ رہے تھے کہ آپ کے ایک اُستاد کا گزر اُدھر سے ہوا۔ آپ کو متفکر دیکھ کر اُستاد نے دریافت کیا: ''میاں کیا سوچ رہے ہو؟ بہت متفکر دکھائی دیتے ہو''۔ سنوسی نے جواب دیا: ''میں عالمِ اسلام کے بارے میں سوچ رہا ہوں جو اُس ریوڑ کی طرح ہے جس کا کوئی چرواہا نہ ہو۔ امراء و سلاطین موجود ہیں۔ علماء و مشائخ اور پیر و مرشد کثیر تعداد میں ہر جگہ' ہر مقام پر موجود ہیں' لیکن مسلمانانِ عالم کسی ایسے ہادی و رہبر کے شدید محتاج ہیں جو تمام مسلمانوں کو ایک مرکز پر' ایک مقصد پر متحد کر دے اور اس انتشار و افتراق کا سبب یہ ہے کہ علماء و شیوخ میں غیرت کا فقدان ہے۔ فروعی مسائل پر اُن کے اختلافات نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے اور فرقے فرقے کر دیا ہے۔ وہ علوم و معارف کی نشر و اشاعت سے غافل ہیں۔ توحید کی دعوت نہیں دیتے جو اتحادِ ملت کی اساس ہے۔ علماء و مشائخ پر اُمتِ مسلمہ کا قرض واجب ہے کہ سوڈان اور غربی افریقہ کے قبائل بُت پرستی میں مبتلا ہیں اور اِن بُت پرست قبائل میں تبلیغ کی بجائے یہ لوگ اپنی مساجد میں بلند بانگ وعظ و ارشاد میں مشغول ہیں' اپنے علم پر عمل نہیں کرتے۔ انہیں اپنے آرام و راحت کے علاوہ کوئی غم نہیں ہے' لذتوں کے پیچھے پڑے ہیں' واجبات سے غافل ہیں۔ اپنی غفلت پر اُن کا ضمیر بھی ملامت نہیں کرتا۔ اُن کے ضمیر مردہ ہو چکے ہیں۔ ہر آئے دن کوئی نہ کوئی ملک مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکلا جا رہا ہے۔ اغیار اُن پر قبضہ جمائے جاتے ہیں اور اسلام کی رُوح خطرے میں ہے۔ استادِ محترم! مجھے یہی فکر کھائے جا رہی ہے''۔ اُس نے پوچھا: ''پھر اِس کا کیا علاج ہے؟'' سنوسی نے جواب دیا: ''ساجتھد' ساجتھد' ساجتھد''۔ عنقریب میں ہی کوشش کروں گا''۔

یعنی طالب علمی کے زمانے ہی سے سنوسی کو شدید تشویش تھی کہ روحِ اسلام اور دنیائے اسلام خطرے میں ہے اور آپ کو مسلمانوں کی اصلاح کی فکر تھی۔ اُن کے اِس واقعے سے تبلیغی جماعت کے بانی مولانا محمد الیاس کی زندگی کا ایک واقعہ یاد آ رہا ہے۔ انہیں بھی رات دن یہی فکر ستائے رکھتی تھی کہ اسلامی اوامر و احکام ترک کیے جا رہے ہیں۔ نماز روزے کی پروا نہیں۔ فرائض سے غفلت برتی جا رہی ہے۔ آپ اِس فکر میں ساری ساری رات جاگتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کی اہلیہ نے شب بیداری کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: ''اگر میں تمہیں بتا دوں تو راتوں کو جاگنے والے دو ہو جائیں گے''۔ پھر اللہ نے آپ کے ذہن میں تبلیغ کے کام کی اہمیت اُجاگر کر دی اور یوں مسلمانوں میں سلسلہ تبلیغ و اصلاح چل نکلا۔

سنوسی تحریک کے اثرات

سنوسی تحریک عالمِ اسلام کی اُن تحریکوں میں سے ہے' جنہوں نے اپنے دورِ عروج میں مسلمانوں کے ذہن و فکر' دل و دماغ کو بہت متاثر کیا۔ تاریخِ اسلام پر سیاسی و اجتماعی طور پر اِس تحریک نے دُور رس اثرات مرتب کیے۔ اِس تحریک نے ایک طرف تو سیاسی میدان میں اطالوی اور فرانسیسی اور برطانوی سامراج کا مقابلہ کیا' اور دوسری طرف خود مسلمانوں کے اندر جو بُرائیاں اور کمزوریاں راہ پا گئی تھیں' اُن کو دُور کر کے اُن کی اصلاح کی کوشش کی اور معاشرے میں صحیح اسلامی رُوح بیدار کرنے کے لیے اُس نے ایک عظیم جدوجہد کی' جس کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ دین و دنیا کی دُوئی ختم کر کے مذہب اور سیاست کو ہم آہنگ کر دیا جائے۔

تحریک کے اغراض و مقاصد

تحریک کے بانی اور رُوحِ رواں محمد بن علی نے اپنی زندگی اسلامی تعلیمات کے حصول اور قرآن و سنت کے احیاء و بقا کے لیے وقف کر دی تھی۔ آپ چاہتے تھے کہ مسلمان اسلامی اقدار نہ صرف خود اپنائیں' بلکہ دوسروں تک بھی پہنچائیں۔ دوسروں کو بھی اِن کی تبلیغ و تلقین کریں۔

محترمہ مریم جمیلہ سنوسی تحریک کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں: ''سنوسی تحریک کا منتہا و مقصود خالصۃً قرآن و سنت کے احکام کی روشنی میں عالمِ اسلام کا مکمل رُوحانی ارتقا تھا یعنی اسلامی نظام کا نفاذ''۔

علامہ محمد اسد کے خیال میں اِس تحریک کا مقصد ایک اسلامی دولتِ مشترکہ کا قیام تھا۔ وہ اپنی کتاب ''شاہراہ مکہ'' میں

لکھتے ہیں: ''الجیریا کے عظیم عالمِ دین محمد بن علی سنوسی (جو قبیلہ بنو سنوس سے تعلق رکھنے کی وجہ سے سنوسی کہلائے) نے اُنیسویں صدی کے پہلے نصف میں ایک ایسی اسلامی برادری یا اسلامی جماعت کی تشکیل کی' جو ایک اسلامی دولتِ مشترکہ کے قیام کی راہ ہموار کر سکے۔''

سیّد رضوان علی نے اپنے ایک مضمون مطبوعہ ''مُسلم نیوز انٹرنیشنل'' (فروری 1963ء) میں لکھا:

''امام سنوسی کی تحریک کا بنیادی مقصد روحانی اور اخلاقی اصلاح تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمان پھر سے صدرِ اوّل کے اسلام کو اپنائیں۔ انہوں نے اسلام میں جو بدعتیں اور خرافات و رسوم داخل ہو گئی تھیں' اُن کا سختی سے ردّ کیا۔ آپ نے اس غرض کے لیے جو زاویے قائم کیے' اُن میں آپ کے پیروکار قرآن و سنت کے احکام کے مطابق خالص اسلامی طریقے سے اپنی زندگی گزارتے تھے''۔

سید احتشام احمد ندوی' پروفیسر مُسلم یونیورسٹی' علی گڑھ اپنے مضمون ''سنوسی تحریک کی نظریاتی و تنظیمی بنیادیں'' میں رقم طراز ہیں:

''شیخ سنوسی کے خطوط جو انہوں نے اپنے بعض احباب کے نام لکھے ہیں' اُن کے پڑھنے سے پتا چلتا ہے کہ اُن کی تحریک اور تعلیم کا مقصد قرآن و حدیث کی بنیاد پر دنیا کی تعمیرِ جدید تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں میں دینی شعور پیدا ہو جائے اور پھر وہ اُس کی بنیاد پر دنیا کی تعمیر کر سکیں۔ شیخ سنوسی نے ہر جگہ دینی علوم کے ساتھ تجارت و صنعت میں ترقی کی تلقین کی ہے۔ وہ دین اور دنیا کو الگ الگ نہیں بتاتے''۔

خود شیخ سنوسی یوں فرماتے ہیں: ''صرف علومِ دین و منقولات مسلمانوں کی ترقی کے لیے کافی نہیں ہیں۔ ان کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ صنعت و حرفت میں ترقی کریں' جس میں کہ یورپ بہت آگے نکل چکا ہے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ کے ساتھ ساتھ صنعتی علوم (یعنی ٹیکنالوجی) کی تحصیل بھی بہت ضروری ہے۔''

سنوسی کا ایک خط

زاویہ کفرہ کی تعمیر کی منصوبہ بندی کے موضوع پر سنوسی نے اہلِ زاویہ کے نام ایک خط میں تحریک کے اغراض و مقاصد کی نشان دہی کی ہے' اُس خط کا ترجمہ ملاحظہ کیجیے:

''حمد و ثناء کے بعد سب سے پہلے ہم آپ سب کی خیریت اور آپ کے تمام حالات دریافت کرنا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہیں کہ آپ کے حالات کو اپنی کتاب اور اپنے رسول ﷺ کی سنت کے مطابق کر دے۔ دوسرے ہم اسلام کے نام پر اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی درخواست کرتے ہیں' کیونکہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ......o﴾

(الانفال:20)

''اے مومنو! اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو''

نیز ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ......o﴾

(النساء:80)

''اور جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی' اُس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی''۔

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًاo﴾

محمد بن علی سنوسیؒ نے کہا: آج عالمِ اسلام اُس ریوڑ کی طرح ہے جس کا کوئی چرواہا نہ ہو۔ امراء و سلاطین موجود ہیں۔ علماء و مشائخ اور پیر و مرشد موجود ہیں لیکن مسلمانانِ عالم کو ایسا رہنما میسر نہیں جو انہیں ایک مرکز اور ایک مقصد پر متحد کر دے۔

(النساء:69)

''اور جس کسی نے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی تو بلاشبہ وہ اُن لوگوں کا ساتھی ہوا' جن پر اللہ نے انعام کیا ہے اور وہ انبیاء ہیں' صدیقین ہیں' شہداء ہیں اور (تمام) نیک اور راست باز انسان ہیں''

ہم چاہتے ہیں کہ آپ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں۔ پانچ وقت کی نمازیں ادا کریں۔ رمضان کے روزے رکھیں۔ حج بیت اللہ شریف کریں' اور اُن افعال سے پرہیز کریں جن سے اللہ نے منع کیا ہے' یعنی جھوٹ نہ بولیں' غیبت نہ کریں' دوسروں کا مال ناحق نہ کھائیں۔ شراب نہ پئیں۔ ناحق قتل نہ کریں۔ جھوٹی گواہی نہ دیں۔ اِن ہدایات کی پیروی کرنے سے آپ کو ہمیشہ باقی رہنے والی بھلائیاں اور بے شمار فوائد حاصل ہوں گے۔

نیز آپ کے قبیلے کے کچھ لوگ ہمارے پاس آئے تھے اور انہوں نے درخواست کی تھی کہ ہم اپنے کچھ اخوان اُن کے ساتھ بھیج دیں جو آپ کو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے احکام سکھائیں اور صحیح راستے کی طرف آپ کی رہنمائی کریں۔ ہم نے آپ کی درخواست پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا' کیونکہ ہمارا یہی پیشہ ہے' یہی ہمارا مشن ہے اور اسی کام کے لیے اللہ نے ہمیں بھیجا ہے کہ مسلمانوں کو اُن کا بھولا ہوا سبق یاد دلائیں۔ جو نہیں جانتے' اُن کو سکھائیں' اور جو راہ گم کر بیٹھے ہیں' انہیں سیدھی راہ بتائیں' لیکن اِس پر عمل درآمد ہم اِس لیے نہیں کر سکے کہ ہم اس وقت حرمین شریفین میں تھے۔ اور جب ہم یہاں آئے تو لوگوں کو اللہ کا راستہ بتانے میں اس قدر مصروف ہو گئے کہ ہمیں وقت ہی نہ ملا اور پھر آپ کا کوئی آدمی بھی موجود نہیں تھا جس کے ساتھ ہم اپنے اخوان کو بھیج دیتے۔

(جاری ہے)

بقیہ: یادوں کی تسبیح

تھے تاکہ دو ایک روز کے بعد کوئی دوسرا اس کے اوپر پوسٹر لگا جائے تو کوئی نقصان نہ ہو۔ مستقل نوعیت کے پوسٹر ایسی جگہوں سے ہٹ کر لگائے جاتے تھے تاکہ تا دیر لگے رہیں اور لوگ مستفید ہوتے رہیں۔ پھر پوسٹر نہ تو اتنا نیچے لگایا جاتا تھا کہ بچے پھاڑ دیں' نہ ہی اتنا اونچا کہ پڑھنے میں مشکل آئے۔ عموماً ایک جگہ پر کئی کئی پوسٹر لگانے سے بھی احتراز کیا جاتا تھا کیونکہ اس طرح ان کا ضیاع ہوتا تھا۔ پوسٹر پر لیئی اچھی طرح لگا کر اسے ہاتھ سے اچھی طرح دبا دیا جاتا تھا کہ آسانی سے پھٹنے کا احتمال نہ رہے۔

رات کو پوسٹر اس لیے لگایا جاتا تھا کہ صبح تک لیئی سے چپک کر اچھی طرح خشک ہو جائے۔ رات کو پوسٹر لگا کر دوسرے دن ہم ایک کام اور کرتے تھے۔ دو دو کی کئی ٹولیوں میں نکلتے تھے۔ ہر گروپ اپنے ہدف مقرر کر لیتا تھا۔ کرتے یہ تھے کہ ایک ٹولی یعنی دو ساتھی کسی پوسٹر کے پاس کھڑے ہو کر اسے بہت غور سے پڑھنے لگتے تھے۔ ہمیں پڑھتے دیکھ کر کچھ دوسرے لوگ بھی ٹھٹک جاتے تھے اور پڑھنے لگ جاتے تھے۔ پھر مزید اور لوگ آ جاتے تھے۔ جب ہم دیکھتے تھے کہ خاصے لوگ آ گئے ہیں تو آہستہ سے کھسک کر کسی دوسرے پوسٹر کے پاس یہی تجربہ دہراتے تھے۔ مختلف ٹولیاں اپنے اپنے مقرر کیے گئے مقامات پر یہی ''کام'' انجام دیتی تھیں' یعنی پوسٹر لگا کر پھر انہیں ''پڑھوانے'' کا اہتمام......!! کیا آپ بھی یہ تجربہ کریں گے؟

مگر بھائی اب یہ ''کھکیڑ'' کون پالے! پیسے کی بہتات ہو گئی ہے۔ اخبارات میں اشتہارات دے دیئے گئے' بات ختم۔ پہلے جلسوں کے لیے دریاں بچھاتے تھے اور اسی طرح کے دیگر کام کرتے تھے۔ اب اس کی ضرورت کہاں؟ بنے بنائے آڈیٹوریم مع وسیع اسٹیج کے شہر میں جگہ جگہ دستیاب ہیں' چھوٹے بڑے سب طرح کے ہیں۔ جیسا چاہیں' کرایہ پر لے لیں۔ تو اب دریوں وغیرہ کی بلا وجہ محنت کون کرے۔ یہ سب ہو رہا ہے لیکن پھر ہم روتے ہیں کہ رفقاء میں آرام طلبی بڑھ رہی ہے۔ ان میں حرکت نہیں ہے۔ باتیں زیادہ ہیں' کام کم۔ تو میرے بزرگو اور دوستو! یہ صورت حال تو ہم نے خود ہی پیدا کی ہے' اپنے عمل سے برع اے بادِ صبا! ایں ہمہ آوردہ تست۔ ویسے میں یہ نہیں کہتا کہ ایسا ہر جگہ ہے۔ بعض جگہ کارکن اسی طرح کے جسمانی کام بھی انجام دیتے دیکھے گئے ہیں۔ اللہ انہیں خوش رکھے اور مزید کام کی توفیق دے۔ آمین!

(جاری ہے)

دعائے مغفرت

☆ محترم جناب عبدالعظیم قائم مقام امیر تنظیم اسلامی' شمالی سندھ زیریں کی بھتیجی وفات پا گئی ہے۔

☆ محترم شفیع لاکھو رفیق تنظیم اسلامی' اسرہ حیدر آباد کی خوش دامن وفات پا گئی ہیں۔

قارئین ندائے خلافت اور رفقاء و احباب سے مرحومات کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

یادوں کی تسبیح

مری صُراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں
میں اپنی تسبیحِ روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ

قاضی عبدالقادر

لاہور سے چونکہ اردو میں پندرہ روزہ ''عزم'' شائع ہو رہا تھا اس لیے کراچی کے رفقاء نے انگریزی میں پندرہ روزہ ''اسٹوڈنٹس وائس'' کے نام سے شائع کرنا شروع کر دیا۔ یوں بھی کراچی جمعیت کے اکابرین اردو سے زیادہ انگریزی میں لکھنے کے ماہر تھے۔ ان دنوں نئے پرچوں کے لیے ڈیکلریشن کا حصول بہت مشکل بلکہ جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ فیصلہ ہوا کہ پرچہ فوراً نکلے گا' ڈیکلریشن ملنے تک اس کو سائیکلو اسٹائل نکالا جائے۔ چنانچہ شروع میں اس کو اس طور پر 250 کی تعداد میں نکالا گیا۔ جلد ہی اس کی تعداد 800 تک جا پہنچی۔ پرچہ کے اسٹینسل (Stencil) یہ خادم کاٹا کرتا تھا اور دوسرے رفقاء اس کو سائیکلو اسٹائل کرتے تھے۔ چند ماہ کے بعد جب ڈیکلریشن مل گیا تو وہ پریس سے چھپ کر آنے لگا۔ (پروفیسر) خورشید احمد اور (ڈاکٹر) ظفر اسحٰق انصاری اس کے ایڈیٹر تھے۔ پرچہ بہت جاندار تھا' طلبہ میں بہت مقبول ہوا۔ اس کی اشاعت جو شروع میں ایک ہزار تھی' جلد ہی چھ سات ہزار تک پہنچ گئی۔ اس کے تمام مضامین کی ٹائپنگ کا کام پابندی سے میں انجام دیتا تھا۔ ظاہر ہے سب لوگ رضاکارانہ طور پر کام کر رہے تھے۔ جو جس کام میں ماہر تھا' وہ اس کو انجام دے رہا تھا۔

رفقاء کالجوں میں ہاکروں کی طرح اسے فروخت کرتے تھے۔ میں بھی اردو کالج میں ہاکر کی طرح آواز لگا کر فروخت کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس کا خصوصی ایشو نکلا۔ کالجوں میں فروخت کرنے کے ساتھ ساتھ اس بار یہ کیا گیا کہ اسے اجتماعی طور پر صدر میں فروخت کرنے کا پروگرام بنایا گیا۔ تمام رفقاء اور کارکنوں کو کہا گیا کہ اس مہم میں شریک ہوں اور اس کا خیال رکھیں کہ جو شخص پینٹ پہنتا ہے وہ پینٹ پہن کر' جو ٹائی لگاتا ہے وہ ٹائی لگا کر آئے۔ چنانچہ اس کو وہاں ایک مہم کے طور پر فروخت کیا گیا۔ لوگوں پر اثر پڑا کہ طلبہ خود ہاکر بن کر آواز لگا کر فروخت کر رہے ہیں۔ اس کی خاصی بڑی تعداد وہاں پر فروخت ہوئی۔ ایک دفعہ آرام باغ میں نیشنل عوامی پارٹی کا ایک جلسہ تھا۔ یہ جماعت اسلامی کی شدید مخالف اور زیادہ تر اشتراکی کوچہ گردوں کے زیر اثر تھی۔ میں نے اس شدید مخالفانہ ماحول میں آرام باغ کے مین گیٹ (جہاں سے زیادہ لوگوں کی آمد و رفت تھی) کے قریب کھڑے ہو کر اسٹوڈنٹس وائس اکیلے بیچنا شروع کیا۔ ہاکر کی طرح آواز لگا رہا تھا: "Students Voice' Price: One Anna"۔ پرچہ کی قیمت ایک آنہ ہوتی تھی۔ لوگوں کی ایک خاصی تعداد نے پرچہ خریدا۔ کچھ لوگ کھڑے مجھے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہے تھے کہ اس چھوکرے کی یہ ہمت کہ ہمارے جلسہ میں اپنا پرچہ بانگ دہل فروخت کرے۔ میں بہرحال ذہنی طور پر اس کے لیے تیار ہو کر گیا تھا کہ وہاں میری اچھی خاصی ''مرمت'' ہو جائے گی یا پھر ڈنڈوں سے ''تواضع'' کی جائے گی' مگر میں بے خوف و خطر اپنا کام کیے جا رہا تھا۔ ایک بار یونہی جو مڑ کر دیکھا تو ہمارے عزیز دوست نیاز احمد خان (اب سینئر ایڈووکیٹ ہائی کورٹ و سپریم کورٹ) پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔ شاید انہوں نے خطرہ بھانپ لیا تھا کہ مجھ پر اگر حملہ ہو تو وہ میری فوراً مدد کریں اور بچا کر لے جائیں۔ اس لیے خاموشی سے پیچھے آ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ میری ایسی ہی حالت دیکھ کر شاید شاعر نے کہا ہے۔

کچھ سمجھ کر ہی ہوا ہوں موجِ دریا کا حریف
ورنہ میں بھی جانتا ہوں عافیت ساحل میں ہے

''اسٹوڈنٹس وائس'' میں لکھنے والے سب طلبہ ہی تھے۔ (پروفیسر) خورشید احمد اپنے نام کے علاوہ قلمی نام ''ابن نذیر'' اور (ڈاکٹر) ظفر اسحٰق انصاری بھی اپنے نام کے علاوہ ''مظہر صدیق'' کے قلمی نام سے لکھتے تھے۔ پرچہ کا معیار اتنا اعلیٰ تھا کہ ایک دفعہ جب اسے انگریزی روزنامہ ''ڈان'' کے ایڈیٹر جناب الطاف حسین کو دیا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں شرط لگانے کو تیار ہوں کہ یہ تحریریں طلبہ کی نہیں ہو سکتیں۔ انہیں کہا گیا کہ اچھا آپ ان میں سے کسی کو اپنے کمرہ میں بٹھا کر کسی موضوع پر لکھنے کو کہیں تو آپ کو صحیح پتہ چل جائے گا۔ ہم آپ کو چیلنج دیتے ہیں۔

پوسٹر لگانا بھی ایک فن ہے۔ اس زمانہ میں اسلامی جمعیت طلبہ کا پوسٹر شاید ہی کوئی لگا ہو لیکن جماعت اسلامی کے اجتماعات وغیرہ کے پوسٹر اکثر لگائے جاتے تھے۔ کبھی کبھی پوسٹر پٹیوں کی صورت میں ہوتے تھے۔ ہمیں یاد ہے کہ اس طرح کی پٹیاں بھی چسپاں کی گئی تھیں:

☆ ''لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ'' کیوں وہ کہتے ہو جو کرتے نہیں۔

☆ قراردادِ مقاصد کا کچھ تو احترام کرو۔

☆ ''انگریز چلا گیا' انگریزی قانون کب رخصت ہوگا؟''

اس زمانہ میں اس وقت کے ''بڑے'' یا بعد میں بننے والے ''بڑے'' سب ہی کارکنوں کے ساتھ مل کر پوسٹر لگاتے تھے' جلسوں میں دریاں بچھاتے تھے' بعد میں دریاں لپیٹ کر اور اٹھا اٹھا کر ایک جگہ ڈھیر کرتے تھے۔ جماعت میں عام و خاص کی کوئی تفریق نہیں تھی۔ جماعت اسلامی پاکستان کے سابق قائم مقام امیر شیخ سلطان احمد صاحب ہوں' پروفیسر عبدالغفور احمد صاحب ہوں' حکیم اقبال حسین مرحوم ہوں یا محمود اعظم فاروقی مرحوم' سب ہی یہ سب کام کیا کرتے تھے۔ 1951ء میں جب جماعت اسلامی کراچی نے شعبۂ خدمت خلق قائم کیا اور قربانی کی کھالوں کی وصولی کا پروگرام بنایا تو کیا عام کارکن' کیا اکابرین سب ہی ٹوکریاں اور سائیکلیں لے کر گھر گھر جا کر کھالیں اکٹھی کرتے تھے۔ یہ اُس وقت کی بات تھی' اب وہ بات کہاں! اب ہر اسلامی جماعت میں عام و خاص کی درجہ بندی سی ہو گئی ہے...... ہائے! متاعِ کارواں جاتا رہا...... اور احساسِ زیاں جاتا رہا۔

ایک دفعہ آرام باغ میں جماعت کی شدید مخالف نیشنل عوامی پارٹی کے جلسہ میں' میں نے ''اسٹوڈنٹس وائس'' بیچنا شروع کر دیا۔ کچھ لوگ مجھے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہے تھے مگر میں ذہنی طور پر ڈنڈوں اور مرمت کے لیے تیار ہو کر گیا' لہٰذا اپنا کام کیے جا رہا تھا۔

تو ہاں بات ہو رہی تھی' پوسٹر لگانے کے فن کی۔ یہ بڑی احتیاط اور سوچ سمجھ کر لگائے جاتے تھے۔ مساجد' بس اسٹاپوں' چوراہوں اور ایسی جگہ جہاں سے لوگ زیادہ گزرتے ہوں' وہاں پر اچھی سی جگہ دیکھ کر لگاتے تھے۔ عموماً دو یا کبھی تین افراد کی ٹولی ہوتی تھی۔ ایک کے ہاتھ میں پوسٹروں کا بنڈل' دوسرے کے ہاتھ میں گھر سے بنا کر لائی ہوئی لیہی کی بالٹی اور ہاتھ پونچھنے کے لیے ایک صاف کپڑا بھی ہوتا تھا۔ وہ مقامات جہاں بہت پوسٹرز لگے ہوتے تھے' ان سے ذرا ہٹ کر لگاتے تھے تاکہ آج یا کل کی رات کوئی دوسرا اس کے اوپر پوسٹر نہ لگا جائے۔ پوسٹر کی دو قسمیں ہوتی تھیں۔ فوری نوعیت کے یعنی ایک دو روز میں کوئی اجتماع یا جلسہ ہونا ہوتا یا مستقل نوعیت کے کہ کوئی دعوتی پیغام وغیرہ۔ پہلی قسم کے پوسٹر ایسی جگہ لگاتے تھے جو اہم ہوتی تھیں اور جہاں عموماً لوگ پوسٹر لگاتے

(باقی صفحہ 9 پر)

سانحہ باجوڑ، امریکہ اور نیا عالمی نظام

محبوب الحق عاجز

پاکستان کے علاقے باجوڑ پر ہونے والے امریکی حملے کو دو عشرے گزر چکے ہیں' مگر عوامی حلقوں میں اِس سانحہ پر غم و غصے کا اظہار برابر جاری ہے۔ کیونکہ اِس کے نتیجے میں جہاں اٹھارہ بے گناہ مرد و زن اور بچے موت کے گھاٹ اُتر گئے' وہاں یہ واقعہ ہمارے قومی وقار اور ریاستی اقتدارِ اعلیٰ پر ایسی کاری ضرب ہے' جس نے اِسے شدید طور پر مجروح کیا ہے۔ یہ ایک ایسا وار ہے جس کی کسک پوری قوم نے محسوس کی ہے۔ چنانچہ اہلِ وطن نے ہر قسم کے تعصبات سے بالاتر ہو کر اِس کی پرزور مذمت کی۔ یہاں تک کہ نظریاتی طور پر ایک دوسرے کی حریف جماعتیں بھی کندھے سے کندھا ملا کر سراپا احتجاج بن گئیں۔ حزبِ اختلاف کے اہم رہنماؤں قاضی حسین احمد' مخدوم امین فہیم' چوہدری نثار علی اور عمران خان نے اِس کی شدید مذمت کی اور پارلیمنٹ میں سخت احتجاج ریکارڈ کرایا۔ ایوانِ بالا میں اپوزیشن ممبران کی جانب سے پیش کردہ قراردادِ مذمت پاس کی گئی اور سرحد اسمبلی نے ایک متفقہ قرارداد کے ذریعے امریکہ سے اِس واقعہ پر معافی کا مطالبہ کیا' نیز اُس نے یہ مطالبہ بھی کیا کہ امریکہ سے پاکستانی سفیر کو بلایا جائے اور امریکی سفیر کو ملک سے نکالا جائے۔

سانحہ کا نہایت افسوسناک پہلو یہ ہے کہ قوم کے تمام تر احتجاج کے باوصف ہماری حکومت نے مناسب ردِعمل ظاہر نہیں کیا' بلکہ معذرت خواہانہ انداز اپنایا۔ ابتدا میں تو صدر اور وزیراعظم کی جانب سے معنی خیز خاموشی اختیار کی گئی۔ یہاں تک کہ صدر محترم نے اپنے قوم سے خطاب میں بھی اِس واقعہ پر ایک لفظ کہنا بھی گوارہ نہ کیا۔ بعد میں جب عوام کے احتجاج اور غم و غصہ میں شدت پیدا ہوئی تو صدر صاحب امریکہ کی انڈر سیکرٹری آف سٹیٹ نکولس برنس سے محض اتنا کہہ پائے کہ باجوڑ جیسے واقعات مستقبل میں نہ دہرائے جائیں کیونکہ اِس سے ''دہشت گردی'' کے خلاف جنگ متاثر ہو سکتی ہے۔ وزیراعظم شوکت عزیز نے اِس جارحیت کے باوجود اپنا امریکہ کا دورہ منسوخ نہ کیا' بلکہ طے شدہ پروگرام کے مطابق دورہ پر امریکہ روانہ ہو گئے۔ اگرچہ انہوں نے مختلف تقاریب اور انٹرویوز میں اِس واقعہ پر احتجاج ضرور کیا۔ تاہم جیسا کہ خیال تھا کہ وہ امریکی صدر سے اپنی ملاقات کے دوران اِس پر پرزور احتجاج کریں گے اور اُن پر واضح کریں گے کہ آئندہ اِس قسم کے واقعات کسی صورت نہ دہرائے جائیں۔ ایسا نہیں ہوا۔ اخباری رپورٹوں سے تو ایسا لگتا ہے کہ صدر بش سے اس موضوع پر وہ بات بھی نہ کر سکے۔ الغرض عوام کے مطالبے' اپوزیشن کے احتجاج اور سرحد اسمبلی کی متفقہ قرارداد کے باوجود امریکہ سے معافی کا مطالبہ بھی نہیں کیا گیا۔

اِس پر مستزاد واقعہ کے حوالے سے حکومت کا متضاد رویہ بھی ہے۔ پہلے کہا گیا کہ یہ پراسرار دھماکے تھے۔ پھر یہ بیان دیا گیا کہ اِس حملے میں القاعدہ کے لیڈر ایمن الظواہری ہلاک ہو گئے۔ تیسرا بیان آیا کہ حملے کی اطلاع پا کر غیر ملکی علاقے سے نکل گئے۔ اِسی طرح پہلے ایک بیان میں علاقے میں غیر ملکیوں کی موجودگی کی تردید کی گئی' اور بیرونِ ملک دورے پر صدر محترم نے یہ فرما دیا کہ غیر ملکیوں کی موجودگی کے اشارے ملے ہیں۔ حکومت کے اِس طرزِ عمل سے عوام کی بے چینی اور شکوک و شبہات میں اضافہ ہوا۔

اِس معاملے کی سنگینی میں اضافہ امریکی حکومت اور میڈیا کے اِس موقف سے ہوا کہ اِس کارروائی میں پاکستانی انٹیلی جنس اور حکام کو پوری طرح باخبر رکھا گیا' اور یہ کارروائی اُن کی رضامندی کے بغیر نہیں ہوئی۔ حکومت نے ابتدا میں اِس الزام کی تردید نہیں کی جس سے بجا طور پر یہ تاثر اُبھرا کہ اربابِ اقتدار نے ملک کے ''وسیع تر مفاد'' میں اور ''دہشت گردی'' کے خاتمے کے لیے ایسے کسی منصوبہ کی توثیق کی ہو اور امریکی افواج کو اِس بات کی اجازت دی ہو کہ وہ ضرورت پڑنے پر پاکستانی علاقے میں داخل ہو فوجی کارروائی کر سکیں' جسے فوج کی زبان میں ہاٹ پرسوٹ کہا جاتا ہے۔ اِس تاثر کو تقویت اِس بات سے بھی ملی کہ عینی شاہدین کے بقول جس شب 3 بجے ڈمہ ڈولا پر حملہ ہوا اُس سے دو دن قبل جاسوس طیاروں نے علاقے کا سروے شروع کر دیا تھا' حملے کے وقت بھی پہلے جاسوس طیارے آئے' لیکن کسی نے انہیں نہیں روکا۔

اگرچہ وزیراعظم شوکت عزیز نے اپنے دورہ امریکہ کے دوران اے بی سی نیوز سے گفتگو کرتے ہوئے اِس بات کی وضاحت کر دی کہ اُن کی حکومت کو باجوڑ ایجنسی پر کارروائی کے ضمن میں کوئی اطلاع نہیں دی گئی۔ لیکن بہتر یہ تھا کہ ابتدا ہی میں امریکی الزام کی تردید کر دی جاتی۔ اور حکومت کو اُس کے متعلق خبر نہ تھی تو پھر اِس ننگی جارحیت پر امریکہ سے پرزور احتجاج کیا جاتا اور معافی کا مطالبہ کیا جاتا۔ کسی ملک کی سرحدوں کے اندر بغیر اطلاع اور بغیر اجازت بمباری کرنا معمولی بات نہیں۔ یہ انتہائی سنگین اقدام ہے اور کوئی ایسی قوم جو اپنی عزت و وقار اور سلامتی کی حفاظت کرنے کی اہلیت رکھتی ہو' ایسے اقدام کو برداشت نہیں کر سکتی۔

حکومت کے اِس رویہ اور ردِعمل کا نتیجہ ہے کہ چہ جائیکہ امریکہ کی جانب سے اِس واقعہ پر معذرت کی جاتی' امریکہ کے بعض سینیٹر حتیٰ کہ امریکہ کی وزیر خارجہ کونڈو لیزا رائس نے ایسے بیانات جاری کیے گویا پاکستان کا اقتدارِ اعلیٰ اُن کی نگاہ میں کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اہلِ پاکستان کا قومی وقار اور خود مختاری کی اُن کی نظر میں کوئی حیثیت نہیں' پاکستان کے اندر کسی بھی قسم کی کارروائی نہ صرف یہ کہ کوئی جرم نہیں بلکہ امریکہ کا حق ہے۔ انہوں نے دو ٹوک لفظوں میں کہا کہ ہم پاکستان کو آئندہ اِس قسم کی کارروائی نہ کرنے کی ہرگز یقین دہانی نہیں کرا سکتے ضرورت پڑنے پر امریکی فوج مستقبل میں بھی ایسی کارروائیاں کر سکتی ہے۔

اِس توہین آمیز واقعہ پر حکومتی تضادات اور معذرت خوانہ رویہ اپنی جگہ انتہائی تشویشناک ہے۔ اِس سے عوامی حلقوں میں اُبھرنے والے تاثر کو بھی یکسر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اِس کے باوجود ہم سمجھتے ہیں کہ اِس معاملہ میں حکومت کی مرضی اور اجازت شامل نہیں ہو سکتی۔ ایک امریکی اخبار کو دیے گئے انٹرویو میں صدر محترم کے لب و لہجہ کے زیر و بم سے یہی حقیقت نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے۔ انہوں نے دو ٹوک لفظوں میں کہا کہ ہم نے امریکہ کو ہرگز باجوڑ پر حملے کی اجازت نہیں دی تھی۔ یہ حملہ قابلِ مذمت ہے' جو ہماری ملکی سالمیت اور خود مختاری کے قطعاً منافی ہے۔ انہوں نے کہا کہ قبائلی علاقوں میں غیر ملکیوں کی موجودگی کے باوجود ہم کسی بھی صورت کسی کو سرحدی حدود کی خلاف ورزی کی اجازت نہیں دے سکتے۔ رہا حکومت کا معذرت خوانہ ردِعمل' تو ہمارا خیال ہے کہ یہ دراصل اُس کی حد درجہ مرعوبیت کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ حکومت پاکستان نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکہ کے ساتھ تعاون میں اِس حد تک آگے جا چکی ہے کہ سرحدی خلاف ورزیوں پر احتجاج اور ردِعمل بھی شاید اس کے بس کی بات نہیں رہی۔ اُسے ڈر ہے کہ امریکہ ''بہادر'' ناراض نہ ہو جائے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امریکہ جس نے ہمیں نان نیٹو اتحادی کا ''اعزاز'' عطا کیا' جس کی خوشنودی کے لیے ہم نے اُس کے جائز و ناجائز ہر قسم کے فیصلوں کو بلا چوں و چرا تسلیم کیا' داخلی

> امریکی مفکر رچرڈ رارٹی کہتا ہے: ہمیں صرف یہ سوچنے کا حق ہے کہ کس طرح انسانی پوجا کے نظام کو ساری دنیا پر مسلّط کر دیا جائے۔ اِس نظام کے قیام کے لیے کچھ بھی کیا جا سکتا ہے۔ اِس کے لیے راسخ العقیدہ مسلمانوں کا قتلِ عام بھی جائز ہے۔

اور خارجی دونوں سطحوں پر اُس کی پالیسیوں اور ڈکٹیشن کو عملی جامہ پہنانے کی کوششیں کیں' اُس کی رضاجوئی کی خاطر رائے عامہ سے متصادم فیصلے کیئے بلکہ اسلامی نظریہ حیات سے بھی روگردانی کا شیوہ اپنایا' پھر کیا وجہ ہے کہ ہماری تمام تر اطاعت گزاری کے باوجود امریکہ نے ہماری سلامتی پر وار کیوں کیا' ہماری سرحدی خلاف ورزیوں کا مرتکب کیوں ہوا؟

بعض مبصرین کا خیال ہے کہ شمالی اور جنوبی وزیرستان میں مجاہدین کے خلاف آپریشن کی وجہ سے وہاں کی آبادی حکومت کے خلاف ہو چکی ہے' جوں جوں حکومت کا اثر و رسوخ کم ہو رہا ہے' امریکیوں کا دائرہ اثر بڑھ رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہاں امریکیوں کا اکثر آنا جانا رہتا ہے۔ سرحدوں اور اِن علاقوں میں امریکیوں کی غیر قانونی سرگرمیوں کو حکومت پاکستان روکنا چاہتی ہے۔ اس مقصد کے لیے اُس کی کوشش ہے کہ طالبان کی مدد حاصل کی جائے' جس کا نتیجہ یہ ہے کہ امریکہ اب پاکستان پر اعتماد نہیں کر رہا ہے' اور وہ از خود جہاں چاہتے ہیں آپریشن کر رہے ہیں۔

سانحہ باجوڑ کا ایک پہلو یہ بھی ہو سکتا ہے' تاہم اس سے بھی زیادہ تلخ حقیقت جس کی طرف باخبر حلقے اشارہ کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ کارروائی پاکستان کے گرد گھیرا تنگ کرنے اور اُس کے ایٹمی پروگرام کے خاتمے کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ امریکہ پاکستان کی ایٹمی تنصیبات کو تباہ کرنے کا تہیہ کر چکا ہے اور باجوڑ حملہ اس لیے ٹیسٹ کیس کی حیثیت رکھتا ہے۔ پاکستان آرمی کے سابق سربراہ جنرل مرزا اسلم بیگ کا کہنا ہے کہ ''امریکہ آہستہ آہستہ قدم بڑھا کر پاکستان کی ایٹمی تنصیبات کو نشانہ بنانا چاہتا ہے۔ باجوڑ جیسے واقعات سے وہ پاکستان کا ردعمل چیک کر رہا ہے۔''

یہ بات ایسی ہے کہ جس پر ہرگز دو آراء نہیں ہیں کہ روز اول سے پاکستان کا ایٹمی پروگرام امریکہ کی آنکھوں میں کھٹک رہا ہے۔ یہ امریکہ ہی تھا جس نے پاکستان کو ایٹمی دھماکوں سے باز رکھنے کی تمام ممکنہ کوشش کیں۔ ہر حربہ اختیار کیا "Stick and carrot" کا کلیہ اپنایا گیا۔ ایٹمی دھماکے نہ کرنے کے نتیجے میں امداد کے سبز باغ دکھائے گئے اور کرنے کی پاداش میں انجام بد سے ڈرایا گیا' مگر اُس وقت کی حکومت نے ہر قسم کے دباؤ کو مسترد کر کے ایٹمی دھماکے کر کے پاکستان کو دنیا کی ساتویں اور عالم اسلام کی پہلی ایٹمی طاقت بنا دیا۔

دراصل امریکہ اور یہود نئے عالمی نظام کے عنوان سے اپنی عالمی بالادستی کے لیے اسلام اور عالم اسلام کے خلاف جس طویل جنگ کا آغاز کر چکے ہیں' اُس کا تقاضا ہے کہ دنیا میں کہیں بھی اسلامی ملک طاقت حاصل نہ کرے۔ اسی بنا پر عراق پر پہلی بار وحشیانہ بمباری کی گئی۔ افغانستان کو اسلامی نظام کی پاداش میں سزا دی گئی۔ عراق پر دوبارہ محض نیوکلیئر ہتھیاروں کی موجودگی کا جھوٹا الزام لگا کر جنگ مسلط کی گئی اور قبضہ کیا گیا' تاکہ خطے میں اسرائیل کے لیے خطرہ نہ بن سکے۔ لیبیا کے ایٹمی پروگرام کو جاری نہ رہنے دیا گیا۔ اور ایران کو اُس کے ایٹمی پروگرام کے سبب نہ صرف خطرناک دھمکیاں دی جا رہی ہیں' بلکہ لگتا ہے اپنے ناپاک عزائم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اپنے منصوبوں کو آخری شکل دی جا رہی ہے۔ اندریں صورت پاکستان کی ایٹمی طاقت کا کانٹا امریکہ کیسے نگل سکتا ہے۔ کئی امریکی رہنما پہلے بھی بارہا اس بات کا اظہار بھی کر چکے ہیں کہ پاکستان کا ایٹمی پروگرام کسی صورت ہمیں قبول نہیں۔

امریکہ کا یہ کہنا کہ 13 جنوری کو باجوڑ میں القاعدہ کے اہم رہنماؤں کا اجلاس ہو رہا تھا اور اُن کے خاتمے کے لیے یہ کارروائی کی گئی' یہ محض ایک بہانہ ہے۔ باخبر حلقے اس بات سے آگاہ ہیں کہ ایک منظم' فعال اور مضبوط تنظیم کے طور پر دنیا میں القاعدہ کا کوئی وجود ہی نہیں یعنی ایک ایسی تنظیم کہ جس کا پوری دنیا میں ایک مربوط نیٹ ورک ہو اور وہ جہاں چاہے ٹارگٹ کو نشانہ بنا سکے۔ گیارہ ستمبر کے واقعہ سے پہلے دنیا اس کا نام بھی نہیں جانتی تھی۔ ایک منظم اور طاقتور القاعدہ گروپ دراصل امریکی حکام اور میڈیا کی اختراع ہے۔ القاعدہ کا ''ہوا'' اس لیے کھڑا کیا گیا' تاکہ امریکہ اس کی آڑ میں اسلامی ممالک میں کھلی مداخلت اور جارحیت کرے' اور اُسے دہشت گردی کے خلاف جنگ کا نام دیا جائے' تاکہ اُس کے یورپی حلیف مطمئن رہیں اور صلیبی جنگ میں اُس کا ساتھ دیں' ورنہ باجوڑ' وزیرستان یا کسی اور علاقے میں اگر کچھ سابق مجاہدین رہائش پذیر ہیں بھی تو وہ امریکہ میں تباہی برپا نہیں کر سکتے' یورپ میں بڑے پیمانے پر کارروائیاں نہیں کر سکتے' جیسا کہ صدر مشرف نے بھی کہا ہے کہ پہاڑوں میں روپوش چند لوگ لندن اور سپین میں دہشت گردوں کی کمانڈ نہیں کر سکتے۔

ہمارے اربابِ اقتدار کو اپنی امریکہ پالیسی پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔ کڑکتی ہوئی دھوپ ہماری چھتوں سے صحنوں میں آ چکی ہے۔ اگر مناسب حکمت عملی اختیار نہ کی گئی تو کل ہمیں کہیں سایۂ پناہ نہ ملے گا۔

نیا عالمی نظام (New world order) کا قیام امریکہ کا طے شدہ منصوبہ ہے' اس نظام کی راہ میں اسلام کے سوا کوئی اور قوت مزاحم نہیں' اسلام اُسے کسی صورت کو قبول نہیں کر سکتا۔ اس لیے پوری دنیا میں اس نظام کے غلبہ کے لیے ضروری ہے کہ اسلام کا خاتمہ کر دیا جائے' اسلامی قوت کے مراکز کو تباہ کر دیا جائے۔ اسلامی نظام معیشت کو نافذ نہ ہونے دیا جائے۔ اسلامی تہذیب وثقافت کو بیخ و بن سے اُکھاڑ دیا جائے۔ مسلمانوں کے خاندانی نظام' عائلی اقدار' اخلاقی رویوں اور سماجی ضابطوں کو مٹا دیا جائے' تاکہ کسی جانب سے اور کسی حوالے سے بھی مزاحمت کا خطرہ باقی نہ رہے اور امریکہ کی ''خدائی'' کا سکہ پوری دنیا میں حاوی ہو سکے' اس کے لیے ہر محاذ پر امریکہ اسلام اور اہل اسلام سے محو جنگ ہے۔ یہ جنگ امریکہ اور اُس کے حلیفوں کے تئیں اسلام کے مکمل خاتمے اور مسلمانوں کی عبرتناک شکست اور رسوائی تک جاری رہے گی۔ اِس نیو ورلڈ آرڈر کے قیام کے لیے جو قدم بھی وہ اُٹھائیں گے انہیں روکا نہیں جا سکتا۔ یہ وہ فکر ہے جو امریکہ کے سیاسی اور فکری حلقوں میں بلوغت کو پہنچ چکی ہے۔ رعونت' تکبر وہاں کے مذہبی اور سیاسی لیڈروں کی بات بات سے عیاں ہے۔ یہاں تک کہ امریکہ کے چوٹی کے دانشور امریکہ کی ''خدائی'' کے قیام کے لیے ہر حربہ کو جائز سمجھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں بیسیوں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں' تاہم ایک مثال ملاحظہ ہو۔ رچرڈ رارٹی (Richard Rorty) اس وقت امریکہ کا سب سے بڑا مفکر اور فلسفی تسلیم کیا جاتا ہے۔ وہ اپنی کتاب ''Achieving our Country'' میں لکھتا ہے:

''حق' سچائی اور اچھائی وہ ہے' جس کے ذریعے انسان کی خواہشات کی تکمیل بہتر طریقے پر ہو سکے' اس طرح کسی کو یہ سوال اُٹھانے کا حق بھی نہیں ہے کہ انسانی پوجا کے نظام جمہوریت (جس کا جدید ترین ایڈیشن نیو ورلڈ آرڈر ہے) کو قائم ہونا چاہیے یا نہیں۔ اگر ہم یہ سوال اُٹھائیں گے تو امریکہ کی ''خدائی'' پر قدغن لگائیں گے۔ ہمیں صرف یہ سوچنے کا حق ہے کہ کس طرح انسانی پوجا کے اِس نظام کو ساری دنیا پر مسلط کر دیا جائے۔ اس نظام کو قائم رکھنے کے لیے کچھ بھی کیا جا سکتا ہے۔ اِس کے لیے راسخ العقیدہ مسلمانوں کا قتل عام بھی جائز ہے۔''

یہی فلسفی ایک اور مقام پر اپنی ترقی کا راز بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

''امریکہ دنیا کی وہ پہلی ریاست ہے جس کا بنیادی مقصد صرف ان کی رضا اور خوشنودی حاصل کرتا ہے۔ امریکہ اپنے علاوہ کسی کی خوشنودی نہیں چاہتا حتیٰ کہ اُس کو خدا کی خوشنودی بھی درکار نہیں۔ ہم آج دنیا کی عظیم الشان طاقت اس لیے ہیں کہ ہم نے خدا کو ہٹا کر اُس کی جگہ خود لے لی ہے اور آج ہم دنیا کی عظیم الشان قوت اس لیے ہیں کہ ہم خود خدا بن بیٹھے ہیں۔''

ایسا فکر و فلسفہ جہاں انسان اپنے آپ کو خدا قرار دے' کیونکر دوسرے انسانوں کو برداشت کر سکتا ہے' دوسروں کے ساتھ برابری کی بنیاد پر تعلقات استوار کرنے کی اجازت کیسے دے سکتا ہے۔ جب امریکی 'خدا' قرار پائیں اور امریکی ریاست اُن کی خدائی کی آلہ کار ہو' جب ظالمانہ عالمی نظام کے قیام کے لیے راسخ العقیدہ مسلمانوں کا قتل عام بھی جائز ٹھہرے تو پھر ایسی ریاست سے کیسے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اخلاق اقدار' دوسرے کی حاکمیت اعلیٰ اور بین الاقوامی اصولوں کا احترام کرے گی۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ ہمارے تمام تر مودبانہ احتجاج کے باوجود' "Sorry" کہنے پر بھی آمادہ نہ ہوا۔

نئے حالات میں تمام اسلامی دنیا کو اپنی پالیسیوں میں تبدیلیاں لانا ہوں گی۔ امریکہ کی اسلامی دنیا میں مداخلت اور پالیسیوں کو نئے ورلڈ آرڈر کے قیام کے لیے جاری ایک بڑی جنگ کے تناظر میں دیکھنا ہوگا۔ ہمارے ملک کے اربابِ اقتدار کو خاص طور پر اپنی امریکی پالیسی میں نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے۔ جن شعلوں نے کل تک ہمارے اردگرد کے ماحول کو جلا کر

(باقی صفحہ 13 پر)

حسن فیشن میں نہیں، سیرت و کردار میں ہے

مس قریشی

اسلام شرم وحیا والا دین ہے۔ اس نے انسان کو بلند مقام عطا کیا ہے۔ یہ سیرت و کردار اور اخلاق پر زور دیتا ہے۔ مسلم معاشرے میں فیشن کر کے بے حجابانہ گھومنا اور مردوں کو دعوتِ نظارہ دینا' یہ سب ہماری معاشرتی اقدار کے خلاف ہے۔ فیشن ہمیں بے حیائی کی طرف لے جاتا ہے جو شیطان کی ایک چال ہے۔ ہمیں شیطان سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ یہ ہمارے آگے پیچھے دائیں بائیں ہر طرف سے حملہ آور ہوتا ہے۔

عورت کا اصل مقام گھر ہے' لیکن شیطان نے عورتوں کے لیے فیشن اور باہر کی دنیا کو اتنا پرکشش بنادیا ہے کہ وہ چراغ خانہ بننے کی بجائے شمع محفل بننا پسند کرتی ہیں۔ فیشن زدہ لڑکیوں نے اپنی خوبصورتی دنیا کو دکھانے کے لیے چوراہے پر رکھ دی ہے۔ یہ شیطانی راہ ہے' اور شیطان انسان کو بے حیائی کی ترغیب دیتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ''جو عورت بن ٹھن کر مردوں کے درمیان نکلتی ہے تو شیطان اسے مردوں کی نظروں میں اچھا بنا دیتا ہے۔'' اس کے برعکس حیا ایمان کا راستہ ہے۔ یہ سراپا ایمان ہے' زندگی کا حسن ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بے حیائی جس چیز میں بھی ہو اسے عیب دار بنا دیتی ہے اور حیا جس شے میں ہو اسے زینت دیتی ہے۔'' (ترمذی)

بعض لوگ غیر اسلامی تہذیبوں سے متاثر ہو کر اسلام پر تنقید کرنے لگتے ہیں' اسے دقیانوسی مذہب سمجھتے ہیں اور فیشن ایبل لوگوں کو ترقی یافتہ سمجھتے ہیں جبکہ فیشن ایک برائی ہے۔ حیا کو چھوڑ دینا کیسی ترقی ہے؟ اس فیشن اور بے حیائی کے نقصانات واضح طور پر مغربی معاشرے میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ پھر ہمیں سوچنا چاہیے کہ اہلِ مغرب تو کفر کی بنا پر یہ سب بُرے کام کرتے ہیں لیکن ہم مسلمان ہو کر آخر یہ سب کیوں کر رہے ہیں؟ ہمارے پاس نبی ﷺ کا اسوۂ حسنہ موجود ہے۔ نبی ﷺ نے ہر چیز اپنے کردار سے ہمارے لیے واضح کر دی تو پھر ہمیں کسی دوسری طرف دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔

اچھی سیرت و کردار رکھنے والا شخص دنیا اور آخرت دونوں میں کامیاب ہے۔ لوگوں سے نرمی سے بات کرنا' شرم وحیا اختیار کرنا' سب کے ساتھ خوبی سے برتاؤ کرنا یہ سب چیزیں انسان میں وہ حسن پیدا کرتی ہیں جو دائمی ہے' جس کا اثر دیر تک قائم رہتا ہے۔ فیشن وقتی حسن ہے جو تھوڑی دیر کے لیے ہی دل کو بھاتا ہے۔ اس کے برعکس ایک اچھی اور میٹھی بات ہمیشہ یاد رہتی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''سب سے کامل ایمان والا وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے اچھا ہو۔''

ایک شخص نے نبی ﷺ سے پوچھا: ''انسان کو سب سے بہتر چیز کیا عطا کی گئی؟ آپ ؐ نے فرمایا: ''حسنِ اخلاق''۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں' نبی ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے۔ ((اَللّٰھُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَاَحْسِنْ خُلُقِیْ)) یعنی ''اے اللہ! تو نے میری صورت اچھی بنائی تو میرے اخلاق بھی اچھے کردے۔'' (مشکوٰۃ)

صورت بنانا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور سیرت و کردار کو سنوارنے کی کوشش انسان کو خود کرنا پڑتی ہے۔ آخرت کی کامیابی اس سے وابستہ ہے۔ ذرا سوچیے! ایک طرف دنیا کی فانی لذتیں ہیں اور دوسری طرف جنت کی ابدی نعمتیں۔ کیا یہ نعمتیں یونہی حاصل ہو جائیں گی' یقیناً ایسا نہیں ہے۔ ہمیں اِن کا حقدار بنانے کے لیے' ان کو پانے کے لیے اپنے نفس کو قابو کر کے فیشن اور بے حیائی سے بچنا ہو گا۔ آج کے دور میں تو ہمیں اس کے لیے اور بھی زیادہ محنت کی ضرورت ہے' کیونکہ معاشرہ اور ماحول ہمیں الٹ سمت لے جا رہے ہیں۔ میڈیا کی یلغار پورے ساز وسامان کے ساتھ مسلم معاشرے کو تباہ کر رہی ہے۔

اس کے لیے ضروری ہے کہ مائیں بچوں کو اچھی تربیت دے کر ان کا ایسا مضبوط کردار بنائیں کہ ان کے قدم اسلام مخالف معاشرے میں پھسلنے نہ پائیں' ان میں خود اعتمادی پیدا ہو' ان کے کردار کی مضبوطی ان کی سوچ' گفتار اور کردار میں نظر آئے۔ ان کا تعلق اللہ اور قرآن سے جوڑا جائے۔ ان میں قرآن سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کا شوق پیدا کیا جائے۔ ان پر سیرت النبی ﷺ اور صحابہ کے عظیم کردار کو واضح کیا جائے۔ ان میں نیکی کا جذبہ اور برائی سے نفرت پیدا کی جائے۔ اللہ کی نعمتوں پر شکر گزاری کا وصف پیدا کیا جائے۔ یہ سب چیزیں ان کے سیرت و کردار کو بنانے میں بہترین مددگار ثابت ہوں گی۔

انسان کے کردار کو بنانے میں ماحول کا بھی بڑا حصہ ہوتا ہے۔ کیونکہ انسان سوسائٹی اور ماحول کے زیر اثر زندگی گزارتا ہے۔ اگر ہر طرف فیشن اور عریانی ہو تو بالآخر انسان ضرور اس سے متاثر ہو جاتا ہے۔ اس لیے خود کو سنوارنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی سنوارنے کی کوشش کریں تاکہ مکمل پاکیزہ ماحول قائم ہو۔ ❀

بقیہ: سانحۂ باجوڑ......

خاکستر کیا ہے' آج وہ ہمارے گھروں کا رخ کر رہے ہیں' کڑکتی ہوئی دھوپ ہماری چھتوں سے صحنوں میں آچکی ہے۔ اگر اب بھی مناسب حکمت عملی اختیار نہ کی گئی تو کل ہمیں کہیں سایہ پناہ نہ ملے گا۔ دنیا ہماری حماقتوں کا مذاق اڑائے گی۔ ہم پر وہ شعر صادق آئے گا کہ۔

جلا کر پیڑ خود ہی اپنے ہاتھوں سے
عجب شخص ہے سایہ تلاش کرتا ہے

بقیہ: رن لاہور رن

بڑے ٹیلی ویژن اور سمندر کے کنارے موجود محل کو روشن خیالی سمجھتے ہو تم اسے اعتدال پسندی سمجھ رہے ہو۔ بھائی میرے! جب تک لوگ دائیں ہاتھ سے دایاں کان اور بائیں ہاتھ سے بایاں کان نہیں پکڑیں گے' وہ اعتدال پسند نہیں ہوں گے۔ ڈائننگ ٹیبل اور چھری کانٹوں سے پہلے تمہارے پاس روٹی ہونی چاہیے۔ میراتھن سے پہلے تمہارے پاس انصاف اور تعلیم ہونی چاہیے۔ تم لوگوں کے پاس جو گرز تک تو ہے نہیں اور تم رن لاہور رن کے نعرے لگاتے ہوئے سڑک پر آگئے ہو۔ وٹ کنٹری یو آر' وٹ پیپل یو آر۔'' (بشکریہ روزنامہ ''جنگ'')

کیا آپ جاننا چاہتے

❀ از روئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
❀ ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
❀ نیکی' تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط وکتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری وعملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I'II'III) (3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:
شعبہ خط وکتابت کورسز' قرآن اکیڈمی' 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور

رن لاہور رن

جاوید چودھری

اس نے میکسیکن لوگوں کے سٹائل میں سر کھجانا شروع کر دیا۔ میں نے کہا ''ٹام دیکھو ہم لوگ امریکہ سے زیادہ روشن خیال اور اعتدال پسند ہیں۔ ہم پچھلے دو برسوں سے مراتھن کرا رہے ہیں' تم بتاؤ کیا امریکہ میں میراتھن ہوتی ہیں؟'' اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ میں نے کہا ''ہم نے نہ صرف میراتھن کرائی بلکہ ہماری ریس میں خواتین اور مرد دونوں نے حصہ لیا۔ یہ تماشا دیکھنے کے لیے پورا لاہور سڑکوں کے کنارے کھڑا تھا' تم بتاؤ کیا تمہاری زندگی میں کبھی رن نیویارک رن' یا رن' واشنگٹن رن' یا رن شکاگو رن ہوا؟'' اس نے ایک بار پھر نفی میں سر ہلا دیا۔ میں نے کہا ''امریکہ میں جب عوامی سطح پر کسی اقدام کی مخالفت ہوتی ہے تو گورنمنٹ اپنی پالیسی بدل لیتی ہے' وہاں ہمیشہ اکثریت کی رائے کو اقلیت پر فوقیت حاصل ہوتی ہے' لیکن پاکستان میں حکومت روشن خیالی پر کسی قسم کا سمجھوتہ نہیں کرتی' یہاں حکومت عوامی ردعمل پر کالا باغ ڈیم جیسے ایشو پر پیچھے ہٹ جاتی ہے لیکن جب روشن خیالی کی بات آتی ہے تو حکومت پوری قوت سے ڈٹ جاتی ہے' تم ہماری میراتھن ریس دیکھو دونوں مرتبہ اپوزیشن جماعتوں نے احتجاج کیا' عوام کی اکثریت نے اس احتجاج کا ساتھ دیا لیکن اس احتجاج کے باوجود نہ صرف یہ ریس ہوئی بلکہ کامیابی کے ساتھ پایہ تکمیل تک بھی پہنچی۔ تم بتاؤ' کیا تمہارے ملک میں ایسا ہوتا ہے؟'' اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ میں نے کہا ''اب تم امریکہ سے باہر نکلو اور ذرا سوچ کر بتاؤ کیا برطانیہ' جرمنی' فرانس' اٹلی سپین بیلجیئم' ناروے' سویڈن اور آسٹریا میں میراتھن ہوتی ہے؟ کیا جاپان' چین' فلپائن' تھائی لینڈ' ملائیشیا اور سنگاپور میں میراتھن ہوتی ہے؟ کیا روس' یوکرائن' پولینڈ اور بوسنیا میں میراتھن ہوتی ہے؟ کیا آسٹریلیا' کینیڈا اور برازیل میں میراتھن ہوتی ہے؟'' اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ میں نے کہا ''لیکن اس کے باوجود تم ہمارے ملک' ہمارے معاشرے کو پسماندہ' قدامت پسند اور ایکسٹریمسٹ کہتے ہو؟'' میں خاموش ہوگیا۔

ٹام نے دونوں ہاتھوں سے سر کھجایا' ایش ٹرے کے کونے پر رکھا سگریٹ اٹھایا' کش لیا اور ناک سے دھواں اگل کر بولا ''میں جب بھارت میں تھا تو میں نے وہاں ایک بڑی دلچسپ فلم دیکھی تھی۔ اس فلم کا ایک سین میرے دماغ میں ریکارڈ ہو کر رہ گیا۔ میں جب بھی بھارت کے بارے میں سوچتا ہوں تو مجھے فوراً وہ فلم اور اس فلم کا وہ سین یاد آ جاتا ہے۔ اس فلم کی ہیروئن غریب اور ہیرو امیر تھا۔ ہیرو اپنے والدین پر زور دے کر ہیروئن کے ساتھ شادی کر لیتا ہے' جس کے بعد ہیروئن کچے مکان سے محل میں آ جاتی ہے۔ اس محل میں اسے ہر قسم کا آرام ملتا ہے لیکن اسے عزت اور خوشی نہیں ملتی۔ وہ وہاں بے چین اور پریشان رہتی ہے۔ ایک دن ہیروئن کا باپ اپنی بیٹی سے ملنے آتا ہے۔ بیٹی اپنے باپ کو دیکھ کر بڑی خوش ہوتی ہے۔ وہ اس کے ساتھ ڈھیر ساری باتیں کرتی ہے لیکن باپ ان باتوں میں چھپا ہوا کرب محسوس کر لیتا ہے۔ وہ اس سے پوچھتا ہے' تم یہاں خوش تو ہو؟ بیٹی فوراً اُٹھ کر ڈرائنگ روم کے پردے کھینچ دیتی ہے اور کھڑکی سے باہر کی طرف اشارہ کر کے کہتی ہے' ڈیڈی یہاں سے باہر دیکھیں' آپ کو پورا سمندر دکھائی دے گا۔ باپ اس کی بات سنی ان سنی کر دیتا ہے اور اس سے دوبارہ پوچھتا ہے' تم یہاں خوش تو ہو؟ وہ قہقہہ لگا کر جواب دیتی ہے' میرا بیڈ روم سو فٹ لمبا اور سو فٹ چوڑا ہے۔ اس میں واٹر بیڈ ہے۔ اس کی دیواروں کا رنگ ہلکا گلابی ہے اور اس کی کھڑکی باغ کی طرف کھلتی ہے۔ باپ اس سے تیسری مرتبہ پوچھتا ہے' بیٹی تم یہاں خوش تو ہو؟ وہ پھر مسکرا کر جواب دیتی ہے' اس گھر میں بھارت کا سب سے بڑا ریفریجریٹر' سب سے بڑا ٹی وی اور سب سے مہنگی گاڑیاں ہیں۔ جس قالین پر آپ کھڑے ہیں اس کی قیمت تیس لاکھ روپے ہے اور یہ صوفے ان لوگوں نے اٹلی سے خریدے تھے۔ باپ اسے کندھے سے پکڑ کر ہلاتا ہے اور سخت آواز میں کہتا ہے: میں تم سے پوچھ رہا ہوں' تم یہاں خوش تو ہو؟ وہ باپ کی طرف غور سے دیکھتی ہے۔ اس کے کندھے پر سر رکھتی ہے اور پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیتی ہے۔ یہ کہہ کر ٹام خاموش ہوگیا۔

ہمارے درمیان بڑی دیر تک خاموشی رہی۔ وہ اس وقفے کے دوران سر کھجاتا رہا یا پھر سگریٹ پیتا رہا۔ جب وقفہ طویل ہوگیا تو میں نے اس سے پوچھا ''تم کہنا کیا چاہتے ہو؟'' وہ مسکرایا۔ اس نے ناک سے دھواں اگلا اور سوئے ہوئے لہجے میں بولا: ''صرف ریس سے خوشحالی اور روشن خیالی نہیں آتی' صرف میراتھن ترقی کا جواز نہیں ہوتی' معاشروں کے لیے قانون' انصاف' حقوق' تعلیم اور صحت بھی ضروری ہوتی ہے۔ رن لاہور رن سے پہلے ہیلتھ لاہور ہیلتھ کا مرحلہ آتا ہے۔ اس کے بعد ایجوکیشن لاہور ایجوکیشن کی ریس ہوتی ہے۔ اس کے بعد رائٹس لاہور رائٹس کی دوڑ ہوتی ہے۔ اس کے بعد جسٹس لاہور جسٹس کی بازی لگتی ہے' اس کے بعد پولیس لاہور پولیس کی میراتھن ہوتی ہے اور اس کے بعد کہیں جا کر رن لاہور رن کی باری آتی ہے۔'' میں خاموشی سے اس کی بات سنتا رہا۔ وہ بولا ''کیا تم لوگوں کے پاس پینے کے لیے صاف پانی ہے؟ اس وقت پاکستان کے 80 فیصد عوام گندہ اور مضر صحت پانی پی رہے ہیں۔ کیا تمہارے عوام کو دوا' ہیلتھ کیئر اور ہسپتال مل رہے ہیں؟ تم لاہور کے کسی ہسپتال میں چلے جاؤ' تمہیں باہر گیٹ تک مریض ہی مریض ملیں گے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے ایک ایک بیڈ پر دو دو مریض دیکھے ہیں۔ تمہارے ملک میں ایک ایک سرجن سو سو آپریشن کرتا ہے' زکام سے لے کر کینسر تک تمام بیماریوں کی دوائیں مریض کو اپنی جیب سے خریدنی پڑتی ہے اور لوگ ڈاکٹروں کے نسخے اٹھا کر سڑکوں پر بھیک مانگتے ہیں۔ تم تعلیم کی حالت دیکھ لو۔ تمہارے ملک کا ایک بھی تعلیمی ادارہ دنیا کے ہزار بڑے تعلیمی اداروں میں شامل نہیں۔ تم لوگ اچھا ڈاکٹر' اچھا انجینئر' اچھا منیجر اور اچھا سائنسدان کسے کہتے ہو؟ وہ شخص جو فارن کوالیفائیڈ ہو۔ تمہارے ملک میں انسانی حقوق کی صورتحال بھی انتہائی خراب ہے۔ تم لوگ سونیا ناز اور مختاراں مائی جیسے واقعات کی وجہ سے پوری دنیا میں بدنام ہو۔ تمہارے ملک میں چائلڈ لیبر ہے۔ مزدوروں کی تنخواہیں بہت کم ہیں۔ تمہاری جیلوں میں لوگوں کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے اور تمہارے ملک میں کسی ملازم کو سوشل سکیورٹی حاصل نہیں۔ تم لوگ انصاف کی پانچویں فہرست میں آتے ہو۔ تمہاری عدالتوں میں لاکھوں مقدمات زیر التوا ہیں۔ تمہارے نظام عدل میں کسی شخص کو اپنی بے گناہی ثابت کرنے میں تیس تیس سال لگ جاتے ہیں۔ آج بھی سینکڑوں ہزاروں بے گناہ لوگ تمہاری جیلوں میں بے گناہی کی سزا بھگت رہے ہیں۔ تمہارے ملک میں ججوں کے کردار پر انگلی اٹھائی جاتی ہے۔ تمہارے ملک میں ایک کورٹ دوسری کورٹ پر کرپشن کا الزام لگاتی ہے۔ تم لوگ قتلوں میں ساری دنیا سے آگے ہو۔ تمہارے ملک میں ڈکیتیاں اور چوریاں معمول بن چکی ہیں۔ تمہارے ملک میں ہر گھر کے سامنے مسلح گارڈ کھڑا ہے' تمہارے ملک میں کوئی امیر شخص گارڈز کے بغیر گھر سے نہیں نکلتا۔ تمہارے ملک کی پولیس غیر معیاری اور غیر انسانی ہے۔ تمہارے ملک میں با اختیار شخص کے لیے کوئی قانون نہیں۔ تمہارے ملک میں مضبوط اور با اختیار شخص ٹریفک کے اشارے پر رکنا اپنی توہین سمجھتا ہے۔ میرا خیال ہے تم لوگوں کو میراتھن ریس سے پہلے ایک سماجی میراتھن کی ضرورت ہے۔ ایک قانونی' عدلی اور اخلاقی میراتھن کی ضرورت ہے' لیکن تم لوگ اس پر توجہ دینے کی بجائے رن لاہور رن جیسے کاموں میں مصروف ہو' وہ خاموش ہوگیا۔

میں نے پوچھا ''لیکن ہم روشن خیالی اور اعتدال پسندی کی طرف بڑھ رہے ہیں''۔ اس نے قہقہہ لگایا ''جس ملک میں صحت' تعلیم روزگار' انصاف' قانون اور انسانیت کا احترام نہ ہو' جس میں بڑے اور چھوٹے کے لیے الگ الگ معیار ہوں' جس میں انسانی حقوق نہ ہو' جس میں ٹریفک سگنل کا احترام نہ ہو اور جس میں خالص دوائیں نہ ملتی ہوں' وہ معاشرے صرف میراتھن ریس سے روشن خیال اور اعتدال پسند نہیں ہو سکتے۔ اعتدال پسندی انصاف کی کوکھ سے جنم لیتی ہے اور وہ قانون کے ہاتھوں میں پل کر جوان ہوتی ہے اور تب کہیں جا کر روشن خیالی کی شکل اختیار کرتی ہے۔ لیکن تم لوگ اس فلم کی ہیروئن کی طرح قالین' کھڑکی' ہنڈرڈ بائی ہنڈرڈ فٹ کے بیڈ روم' بڑے فریج'

(باقی صفحہ 13)

☆ کیا عورت' عورتوں کی امامت کرا سکتی ہے؟

☆ ہمیشہ روزہ رکھنا اور رات بھر عبادت کرنا کیسا ہے؟ ☆ کیا عورت کی آواز کا بھی پردہ ہے؟

☆ کیا ایک ہی نماز با جماعت کے لیے دو اذانیں درست ہیں؟

قارئین ندائے خلافت کے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

درج ذیل سوالات کے قرآن و سنت کی رشنی میں جوابات مطلوب ہیں۔ (ناصر امین)

س: مختلف شہروں سے عیسائی کمیونٹی بائبل کے خط و کتابت کورسز کرواتی ہے۔ کیا ایک مسلمان کا یہ کورسز کرنا جائز ہے؟

ج: یہ خط و کتابت کورسز جائز نہیں ہیں۔ ان میں عموماً ایسے سوالات پوچھے جاتے ہیں جو اسلامی عقائد کے منافی ہوتے ہیں اور جواب لامحالہ ان کے بیان کے مطابق دینا پڑتا ہے۔

س: نماز فجر کی دو رکعت سنت ادا کرنے کے بعد نوافل یا عشاء کی نماز ادا کی جا سکتی ہے' یا صرف تسبیح یا قرآن کی تلاوت مناسب ہے؟

ج: نماز فجر میں دو رکعت سنت کے بعد نفل نماز ادا نہیں کر سکتے' ہاں! اگر رات کی نماز رہ گئی ہو یا وتر رہ گئے ہوں تو وہ ادا کر سکتے ہیں' تلاوت و تسبیح کر سکتے ہیں۔

س: ایک مسجد میں کسی نماز کی ایک مرتبہ اذان ہو جانے کے بعد بھول کر یا جان بوجھ کر دوسری اذان دے دی گئی۔ کیا ایک ہی نماز با جماعت کے لیے دو اذانیں درست ہیں؟

ج: سوائے جمعہ کی نماز کے ایک ہی نماز کی دو اذانیں درست نہیں ہیں۔ اگر غلطی سے ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

س: نماز ظہر اور عصر میں جب امام با آواز بلند سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا' کیا ہم سورۂ فاتحہ پڑھ سکتے ہیں؟

ج: جی ہاں! سورۃ الفاتحہ ظہر اور عصر کی نماز میں امام کے پیچھے پڑھ سکتے ہیں۔ امام مالکؒ' امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی رائے میں پڑھنی چاہیے۔

س: چار رکعت والی نماز میں دو رکعت ادا کرنے کے بعد' التحیات میں شہادت کی انگلی کھڑی کرنے کے بعد درود (ابراہیمی) پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

ج: ہاں' پڑھ سکتے ہیں لیکن نہ بھی پڑھیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

س: اگر ایک آدمی ہمیشہ روزہ رکھے یا رات بھر عبادت کرے تو کیا یہ درست ہے؟ (طلحہ)

ج: یہ عمل غیر مسنون ہے۔ حضور ﷺ نے اس سے سختی سے منع فرمایا۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ تین صحابہ نے ازواج مطہرات کے پاس جا کر حضور ﷺ کی نفلی عبادات کے بارے میں سوال کیے کہ آپ رات کو کتنی دیر نماز پڑھتے ہیں' اور کتنی دیر سوتے ہیں۔ کتنے روزے رکھتے ہیں اور کتنے دن افطار کرتے ہیں۔ ازواج مطہراتؓ نے آپؐ کا جو معمول تھا' صحیح صحیح بتا دیا۔ ان لوگوں نے اس کو کم سمجھا اور یہ گمان کیا کہ آپؐ تو نبی ہیں' لہٰذا آپؐ کو اتنی عبادات کی ضرورت نہیں ہے' جبکہ ہم عام انسان ہیں۔ ہمیں زیادہ عبادت کی ضرورت ہے۔ اِس بنیاد پر ان میں سے ایک نے فیصلہ کیا کہ میں آئندہ ساری رات عبادت کروں گا۔ دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور کبھی افطار نہ کروں گا۔ تیسرے نے کہا' میں ساری عمر شادی نہیں کروں گا۔ آپؐ کو جب ان باتوں کی خبر ہوئی تو آپؐ نے سخت ناراضی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں تم سے سب سے زیادہ متقی ہوں لیکن رات کو سوتا بھی ہوں اور عبادت بھی کرتا ہوں' روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں' میرے بیوی بچے بھی ہیں۔ اس طرح حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ جو ساری رات عبادت میں گزار دیتے اور روزانہ روزہ رکھتے تھے' انہیں بھی آپؐ نے اس سے منع کیا اور فرمایا: ایسا نہ کر' بے شک تیرے نفس کا بھی تیرے اوپر حق ہے' تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیرے ملاقاتی کا بھی تجھ پر حق ہے۔

س: عورت کا ستر کیا ہے؟ (بنت رحمٰن)

ج: اجنبی مرد کے سامنے ایک عورت کا ستر اس کا پورا جسم ہے' لیکن محرم افراد مثلاً باپ' بھائی' بیٹا وغیرہ کے لیے عورت کا ستر ہاتھ' پاؤں' چہرے کے علاوہ باقی تمام جسم ہے۔ اپنے ان محرم افراد کے سامنے اگر ضرورت کے تحت عورت کے جسم کا کوئی حصہ ظاہر ہو جائے مثلاً سینہ کا کچھ حصہ ٹانگیں یا بازو تو اس میں رخصت ہے لیکن جان بوجھ کر جسم کے ان اعضاء کو ظاہر کرنا عورت کے لیے جائز نہیں ہے چاہے جن کے سامنے عورت ان اعضا کا اظہار کر رہی ہے وہ محرم ہوں یا اجنبی۔

س: کیا عورت کی امامت عورت کرا سکتی ہے۔ خاص طور پر نفلی نمازوں یا تراویح میں؟ (شہزاد احمد)

ج: جی ہاں! نفلی نمازوں میں عورت عورتوں کی امامت کرا سکتی ہے۔ نماز تراویح بھی اسی میں شامل ہے' اس میں عورت عورتوں کی امام بن سکتی ہے لیکن اس میں کچھ شرائط لگائی گئی ہیں۔ مثلاً مردوں میں امام ایک صف کے بقدر آگے کھڑے ہوتے ہیں۔ لیکن جب عورت امام ہو گی تو وہ پہلی صف ہی میں تھوڑا سا آگے ہو کر کھڑی ہو گی۔ پھر یہ کہ اس جماعت میں صرف عورتیں یا چھوٹے بچے شریک ہوں گے' مرد شریک نہیں ہو سکتے۔

س: تراویح میں ہم قرآن پاک کھول کر پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ (عبدالرزاق)

ج: عالم عرب میں اس کی کھلی اجازت دی گئی ہے بہر حال نفل نماز کی حد تک یہ درست ہے۔ اس کی قابلِ عمل صورت یہ ہو گی کہ رکوع یا سجدہ میں جاتے وقت قرآن کو جیب میں یا ساتھ رکھے ہوئے یا آگے پڑے ہوئے کسی میز پر رکھ دیں۔

س: کیا بینک میں کسی اکاؤنٹ وغیرہ میں رقم رکھوا کر منافع لینا جائز ہے؟ (عاشق حسین)

ج: بینک میں رقم جمع کروا کر متعین منافع یعنی Profit لینا سود ہے اور سود کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔

س: کیا عورت کی آواز کا بھی پردہ ہے؟

ج: عورت کی آواز کا پردہ نہیں ہے بشرطیکہ اس میں کوئی ایسی نرمی یا لوچ نہ ہو کہ جس سے کسی مرد کے دل میں شر کے خیالات پیدا ہوں۔ ازواج مطہرات صحابہ کرامؓ کو آپؐ کی گھریلو زندگی سے متعلق احادیث کی تعلیم دیتی تھیں۔

کالم "تفہیم المسائل" میں سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس media@tanzeem.org پر بھیجے جا سکتے ہیں۔

ایران نازک دوراہے پر

بالآخر بین الاقوامی ایٹمی توانائی ایجنسی نے ایران کے ایٹمی منصوبے کا معاملہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کو بھجوا دیا ہے۔ ایجنسی کا بورڈ 35 ارکان پر مشتمل ہے۔ اس کے صرف تین ممالک کیوبا' وینزویلا اور شام نے اس امر کی مخالفت کی۔ پاکستان سمیت دیگر ارکان نے قرارداد کے حق میں ووٹ دیا۔ البتہ انڈونیشیا' الجزائر' بیلارس' جنوبی افریقہ اور لیبیا رائے شماری سے غیر حاضر رہے۔ ایجنسی نے اس بنیاد پر یہ معاملہ سلامتی کونسل کو بھجوایا ہے کہ اُسے تشویش ہے کہ ایرانی اپنے ایٹمی منصوبے کے ذریعے ایٹم بم بنانا چاہتے ہیں۔

ایرانی حکومت کا کہنا ہے کہ وہ ایٹمی منصوبے کے ذریعے بجلی پیدا کرنا چاہتی ہے تاکہ توانائی کا بحران دور کر سکے۔ تاہم امریکا' اسرائیل اور یورپی یونین کو ایرانیوں کی بات پر یقین نہیں اور انہی کے دباؤ پر یہ معاملہ اب سلامتی کونسل پہنچ گیا ہے۔ ایران نے جوابی کارروائی کرتے ہوئے ایجنسی کے انسپکٹروں کو اپنی ایٹمی تنصیبات کے معائنے سے روک دیا ہے نیز یورینیم کی افزودگی بھی شروع کر دی ہے۔ عرصہ دراز سے یہ عمل رکا ہوا تھا۔ ایرانی حکومت کا کہنا ہے کہ وہ ہر صورت اپنے اوپر پڑنے والا دباؤ برداشت کرے گی اور کسی صورت ایٹمی منصوبہ ترک نہیں کیا جائے گا۔

صدر بش: سب سے بڑا عالمی دھشت گرد

امریکا کی لینڈی شیہان کا چہیتا بیٹا کچھ عرصہ عراق میں لاپتہ ہو گیا تھا۔ جس کے بعد اس نے یہ تحریک چلا دی کہ عراق سے امریکی فوج واپس بلائی جائے۔ وینزویلا میں ایک ٹی وی پروگرام Hello President میں گفتگو کرتے ہوئے لینڈی نے کہا ہے:

''(صدر بش) اپنی ہی تعریف کے ذریعے دہشت گرد قرار پاتا ہے۔ اس نے ہزاروں بے گناہ مردوں' عورتوں اور بچوں کو قتل کیا ہے۔ اس کے مطابق دہشت گرد وہ ہے جو بے گناہ عورتوں' مردوں اور بچوں کو مار ڈالے۔ کچھ عرصہ قبل ہیری بیلافونٹ نے جارج بش کو دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد قرار دیا تھا' میں اس سے اتفاق کرتی ہوں''۔

یاد رہے کہ بیلافونٹ جو کہ امریکا کا مشہور گلوکار ہے کے صدر بش کو دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد قرار دینے پر امریکا میں ایک طوفان اُٹھ کھڑا ہوا تھا اور بش کے چمچوں نے اس کا ناطقہ بند کر دیا تھا۔

فلسطینی پارلیمان کا اجلاس

حماس کے رہنماؤں اور فلسطینی صدر' محمود عباس کی ملاقات کے بعد طے ہو گیا ہے کہ 16 فروری کو فلسطین کی نئی پارلیمان کا پہلا اجلاس ہو گا۔ فی الوقت حماس پر چاروں طرف سے دباؤ پڑ رہا ہے کہ وہ اسرائیل کو تسلیم کرنے کا اعلان کر دے لیکن حماس کے رہنما یہ بات ماننے سے انکاری ہیں۔ اس امر سے یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ فلسطین اتھارٹی کو بین الاقوامی امداد مل نا رک سکتی ہے جس سے کہ اس کا آدھا بجٹ تشکیل پاتا ہے۔ حماس اس وقت بڑے نازک موڑ پر کھڑی ہے۔ اس کے رہنماؤں کو چاہیے کہ وہ خوب سوچ سمجھ کر فیصلے کریں ورنہ ان کی معمولی سی غلطی شدید مشکلات کا باعث بن سکتی ہے۔

بعض ماہرین اس خدشے کا اظہار کر رہے ہیں کہ اگر حماس نے اسرائیل کو تسلیم نہ کرنے کا اعلان کیا' تو محمود عباس اُسے حکومت بنانے کی دعوت نہیں دیں گے بلکہ دیگر جماعتوں کے اتحاد سے حکومت بنالی جائے گی۔ مگر مسئلہ یہ ہے کہ پارلیمان کی 132 نشستوں میں سے کم از کم 76 حماس کے قبضے میں ہیں۔ لہٰذا صرف 46 ارکان حکومت کیونکر تشکیل دے سکتے ہیں۔

امریکی لڑکیوں کو لاحق ''خطرات''

عیسائی دانش ور دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام نے خواتین کو مناسب حقوق نہیں دیئے اور اسلامی ممالک میں وہ ''چار دیواری'' کی قید میں زندگی بسر کر رہی ہیں۔ اب امریکا میں ایک سروے سے انکشاف ہوا ہے کہ امریکی عورتوں کو وہاں کتنی عزت اور احترام ملتا ہے۔ یہ سروے امریکن ایسوسی ایشن آف وومن یونیورسٹی نے کروایا اور اس میں دو ہزار طالبات نے حصہ لیا۔

سروے کے مطابق 62 فیصد طالبات یونیورسٹی کی حدود میں خود کو غیر محفوظ سمجھتی ہیں۔ انہیں لڑکوں کی جانب سے جنسی طور پر ہراساں کرنے' گھور گھور کر دیکھنے' آوازیں کسنے' غیر ضروری طور پر راستہ روکنے اور فحش فقرے استعمال کرنے جیسے مسائل کا سامنا ہے۔ ظاہر ہے مادر پدر آزاد معاشرے میں ایک دن آنا ہی تھا جب خواتین خود کو غیر محفوظ سمجھنے لگتیں۔ ابھی تو آغاز ہے' آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا۔

افغان پارلیمنٹ کا قابل تحسین فیصلہ

اسلامی ممالک کے نصاب میں تبدیلی ''سپر پاور'' کی ایک نہایت خطرناک سازش ہے۔ اس کے تحت افغان حکومت نے فیصلہ کیا کہ کابل یونیورسٹی سے اسلامیات اور عربی کے شعبے ختم کر دیے جائیں۔ مگر افغان پارلیمنٹ نے اس قانون پر عمل درآمد روک دیا ہے۔ تمام ارکان نے متفقہ فیصلہ کیا ہے کہ کسی کو بھی افغان تعلیمی نصاب میں تبدیلیاں کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ نیز پارلیمنٹ نے افغان حکومت سے کہا ہے کہ نصاب تعلیم میں ایسی کوئی تبدیلی نہ لائی جائے جو اسلام اور افغان روایات کے خلاف ہو۔

اس کے برعکس پاکستان میں محکمہ تعلیم کے کرتا دھرتا اپنے آقاؤں کے احکامات پر دل و جان سے عمل کر رہے ہیں۔ ان بیرونی آقاؤں کی خواہش ہے کہ پاکستان کی نئی نسل کے دل و دماغ سے جذبہ حریت کے جذبات محو ہو جائیں اور وہ کلی طور پر مغربی تہذیب و ثقافت کی غلام بن جائے۔

شام میں پیغمبر اسلام ﷺ کی توہین کے خلاف مظاہرے

یورپی اخبارات میں پیغمبر ﷺ کے بارے میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر شام کے دارالحکومت دمشق میں ڈنمارک کے سفارتخانے پر سینکڑوں مشتعل شامی مظاہرین نے حملہ کیا اور عمارت کو آگ لگا دی۔ آگ سے سفارتخانے کی عمارت کو شدید نقصان پہنچا۔ مظاہرین نے عمارت پر پتھراؤ بھی کیا اور ڈنمارک کے جھنڈے کو آگ لگا دی اور اس کی جگہ کلمہ طیبہ کا پرچم لہرا دیا۔ ہفتہ کی وجہ سے سفارتخانہ بند تھا۔ مشتعل ہجوم نے ڈنمارک کے بعد ناروے کے سفارتخانے کو بھی آگ لگا دی اور عمارت پر شدید پتھراؤ کیا۔

پاکستان میں یوم یکجہتی کشمیر

پاکستان میں 5 فروری یوم یکجہتی کشمیر کے موضوع پر وزیراعظم شوکت عزیز نے کہا کہ کشمیر کا مسئلہ کشمیری عوام کی خواہشات کے مطابق حل کرنا ہو گا۔ اُمید ہے کہ کشمیریوں کو جلد اپنی منزل حاصل ہو گی' اور پاکستان اور کشمیر جلد ایک ہو جائے گے۔ پاکستانی اور کشمیری اسلامی رشتے میں بندھے ہیں۔ ان کی رگوں میں ایک خون دوڑ رہا ہے۔ کشمیر پاکستان کا حصہ ہے' ہم ایک ہیں اور ایک رہیں گے۔ کشمیریوں کے ساتھ یکجہتی بجا سہی' مگر کیا آزادی کشمیر کے لیے یکطرفہ لچک دکھانے سے یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

امیر تنظیم اسلامی کا دورۂ پھالیہ

امیرِ تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید' ناظم اعلیٰ جناب اظہر بختیار خلجی' ناظم حلقہ گوجرانوالہ جناب شاہد رضا اور ناظم تربیت جناب خادم حسین کے ہمراہ پروگرام کے مطابق 7 جنوری بروز ہفتہ پونے چار بجے پھالیہ تشریف لائے۔ رفقاء نے مہمانانِ گرامی کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا۔ نمازِ عصر کے بعد ہونے والی نشست میں پھالیہ کی قدیم تاریخ کے حوالے سے معلوماتی گفتگو ہوتی رہی۔ نمازِ مغرب کے بعد حلقۂ احباب سے تعلق رکھنے والے ساتھی بھائی عبدالخالق سے خصوصی ملاقات کی گئی۔ گفتگو کے دوران تنظیم اسلامی کے طریقِ کار پر سیر حاصل بحث ہوئی۔

نمازِ عشاء کے بعد امیر محترم نے مسجد مہاجرین میں درسِ قرآن دیا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ کا مومنین سے وعدہ ہے کہ فتح و کامرانی اور غلبہ واقتدار فقط تمہارے لیے ہے۔ اور دوسری طرف صورتِ حال یہ ہے کہ پورا عالمِ اسلام ذلت و مسکنت کی سیاہ آندھیوں کی لپیٹ میں ہے۔ حالات کی سنگینی کا یہ عالم ہے کہ نیو ورلڈ آرڈر کے فروغ و ترویج کے لیے جملہ اسلامی ممالک امریکہ کی کاسہ لیسی اور ہمنوائی کو اپنے لیے باعثِ شرف واعزاز سمجھے ہوئے ہیں۔ اور انتہا یہ ہے کہ فقط اسلام کے نام پر قائم ہونے والا ملک اس دوڑ میں دوسروں سے آگے نکلنے کے لیے کچھ زیادہ بے تاب نظر آتا ہے۔ آج ہماری داخلہ و خارجہ پالیسی امریکہ کے اشارۂ ابرو کے مطابق مرتب ہو رہی ہے۔ روشن خیالی کے نام پر اسلامی اقدار کو سرِ عام رسوا کر کے مغربی تہذیب کی شانِ دلربائی کے قصیدے پڑھے جا رہے ہیں' اور عوام کی بے حسی کا یہ عالم ہے کہ ملی غیرت و ناموس کو لٹا کر جشن منانے میں مگن ہیں۔ مقامِ صد افسوس ہے کہ حالیہ زلزلے کی ہولناک تباہی کی صورت میں ہمیں تنبیہ کی گئی' لیکن ہمارے طرزِ عمل میں ذرا بھی جنبش پیدا نہ ہو سکی۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے مگر ہم سچے مومن نہیں ہیں۔ ہم نے اپنے قول و فعل میں منافقت کی روش اختیار کر رکھی ہے۔ اس دلدل سے نکلنے کے لیے ہمیں سہ نکاتی لائحہ عمل پر کاربند ہونا پڑے گا۔ سب سے پہلے ہمیں قرآنی معیار کے مطابق ایمان لانا ہوگا۔ یعنی ایسا ایمان جس میں تقویٰ کی روح کارفرما ہو۔ تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ زندگی کی کوئی ساعت اللہ اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری سے خالی نہ ہو۔ دوسرے' ہمیں اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنا ہوگا۔ اللہ کی رسی سے مراد قرآن مجید ہے۔ چنانچہ ہمارے فکر و عمل کا مرکز و محور صرف قرآن ہونا چاہیے۔ یہی ہمارے ملی اتحاد کی علامت ہے۔ اور تیسرے یہ کہ ہمیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنا ہوگا' تاکہ جاہلیت کے گھٹاٹوپ اندھیرے ختم ہوں اور نورِ توحید سے پورا عالم جگمگا اٹھے۔ اگر ہم اس سہ نکاتی لائحہ عمل پر کاربند ہو جائیں تو اللہ کی رحمت اور نصرت ہمارے شاملِ حال ہوگی۔ رفقاء واحباب کی کثیر تعداد نے درسِ قرآن کو انتہائی دلجمعی کے ساتھ سنا۔

اگلے روز جناب خادم حسین نے نمازِ فجر کے بعد جٹاں والی مسجد میں سورۃ الحشر کے آخری رکوع کی ابتدائی آیات کی روشنی میں پُرتاثیر اور مدلل انداز میں درسِ قرآن دیا۔ ناشتے کے بعد آٹھ بجے مہمانانِ گرامی اور رفقاء کی خصوصی نشست منعقد ہوئی' جس میں انفرادی تعارف اور سوال و جواب کے علاوہ اسرہ کے مختلف پروگراموں کی تفصیل' پیش رفت اور مسائل زیر بحث آئے۔ تقریباً دس بجے نشست برخاست ہوئی' اور امیر محترم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ منڈی بہاؤالدین کے لیے روانہ ہو گئے۔ (رپورٹ: مبشر نعیم)

امیر حلقہ بالائی سندھ کا دورہ لاڑکانہ

قاری ہدایت اللہ میرانی (جو تنظیم اسلامی کے احباب میں سے ہیں) اور رفیق تنظیم اسلامی (حیدرآباد) جناب شفیع محمد لاکھو سے گفت و شنید کے نتیجے میں ایک اہلحدیث بھائی جناب بشیر احمد شیخ نے تقاضا کیا کہ تنظیم اسلامی کا کوئی سینئر رفیق انہیں تنظیم اسلامی کی دعوت سے آگاہ کرے اور دعوتِ طعام بھی قبول کرے۔ لہٰذا راقم طے شدہ پروگرام کے مطابق 12/12/05 بروز پیر بشیر احمد شیخ کی دکان و مہمان خانے پر پہنچا۔ نماز مغرب اہلحدیث کی مسجد (بندر روڈ) میں ادا کی اور فرائض دینی کے جامع تصور پر خطاب کیا۔ سامعین کی تعداد تقریباً بیس تھی' اکثر شرکاء نے پروگرام کو پسند کیا۔

نماز عشاء کے بعد رات کا کھانا کھایا۔ راقم نے اپنے میزبان سے اس وعدہ کے ساتھ کہ یہ سلسلہ ان شاء اللہ چلتا رہے گا' اجازت چاہی۔ محترم قاری ہدایت اللہ نے اس پروگرام میں بڑھ چڑھ کے حصہ لیا اور وعدہ کیا کہ تنظیم کے کاموں میں بھرپور حصہ لیں گے۔ لہٰذا راہِ حق کے اس قافلے میں شمولیت کے لیے انہیں مبتدی بیعت فارم ارسال کر دیا گیا۔

(رپورٹ: غلام محمد سومرو)

ماہانہ شب بیداری تنظیم اسلامی میر پور

تنظیم اسلامی میر پور (آزاد کشمیر) کے زیر اہتمام 31 دسمبر 2005ء کی سرد رات کی شب بیداری عجب رنگ لیے ہوئے تھی۔ جب دنیا ہپی نیو ایئر کی خرافات میں مگن تھی' تو تنظیم اسلامی میر پور کے رفقاء و احباب اپنے رب کی رضا کی خاطر دارالسلام جی کی جامع مسجد میں جمع تھے۔

مغرب کے بعد امیر تنظیم اسلامی میر پور محترم سید محمد آزاد نے سورۃ الحج کے آخری رکوع کی روشنی میں حاضرین کے قلوب و اذہان میں بندگیٔ رب کا سبق تازہ کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمیں اپنے قول و عمل سے دنیا کے لیے نمونہ بننا ہے۔ اِس کے بعد راقم نے شب بیداری کی مبارک ساعتوں کو زیادہ سے زیادہ مفید بنانے کے لیے مختصر ہدایات دیں۔ قاری بشیر احمد سلفی نے درسِ حدیث دیتے ہوئے فرمایا کہ سنت کی پیروی کے بغیر اُخروی کامیابی ممکن نہیں ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ کے قبول اسلام کا طویل اور پُر مشقت سفر محترم فیاض اختر میاں نے بیان کیا۔ ایڈیشنل قاضی محترم محفوظ اختر نے فرمایا کہ رب کی محبت سب محبتوں پر غالب ہو جائے تو نیک عمل کرنا آسان ہو جائے گا۔ میزبان محترم قاضی محمود اختر نے فرمایا کہ فتنوں کے اِس دور میں جو شخص لوگوں کو قرآن کی طرف بلاتا ہے' اُسے حدیث کے مطابق ہدایت مل گئی۔ محترم امتیاز عزیز نے ایسے پروگراموں میں تسلسل کے ساتھ شرکت کو دورِ حاضر کے فتنوں سے حفاظت کا ذریعہ قرار دیا۔

اس کے بعد تمام شرکاء نے اپنا مختصر تعارف کروایا اور اپنے دلی جذبات کو ایسی دلسوزی سے بیان فرمایا کہ یقین ہو گیا بقول اقبال ؎ ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی۔ راجہ محمد ریاض نے اپنی پُرجوش اور دلچسپ گفتگو میں ترکِ منکرات اور ردّ بدعات پر حکمت اور جراءت سے کام کرنے کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ اس کے بعد آرام کا وقفہ کیا گیا۔ نماز فجر سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ قبل تمام ساتھی تہجد کے لیے بیدار ہوئے۔ نماز فجر کے بعد محترم سید محمد آزاد کا ایمان افروز درسِ قرآن ہوا۔ اس کے بعد رفقاء کی تجاویز نوٹ کی گئیں اور آئندہ شب بیداری کے لیے تاریخ کا تعین کیا گیا۔ شرکاء آئندہ بھی ہر شب بیداری میں شرکت کا عزم لیے ناشتے کے بعد اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ (رپورٹ: افتخار احمد)

اسرہ لیہ کی شب بیداری و ماہانہ خطاب

اسرہ لیہ کے زیر اہتمام امیر حلقہ کے مشورہ سے شب بیداری کا پروگرام ہوا۔ 21 جنوری 2006ء کو مغرب کی نماز کے بعد جناب چودھری صادق نقیب اسرہ لیہ نے تلاوت قرآن و ترجمہ کے ساتھ اس کا آغاز کیا۔ راقم نے افتتاحی کلمات ادا کیے۔ نقیب اسرہ نے

’’قرآن کا قانون عذاب‘‘ کے موضوع پر گفتگو فرمائی۔

رفقاء تنظیم بھائی عرفان نے دینی فرائض‘ مہر غلام رسول (ایڈووکیٹ) نے ’’قرآن مجید کے حقوق‘‘ کے موضوع پر اور جاوید اقبال نے سورۃ العصر پر گفتگو فرمائی۔ مطالعہ لٹریچر کے تحت دعوت دین اور طریقہ کار کے باب ’تبلیغ کس لیے؟‘ کا اجتماعی مطالعہ کیا گیا۔ آخر میں مشاورت ہوئی اور رفقاء کو سونے کے لیے وقت دیا گیا۔ اسی دوران امیر حلقہ جناب مختار حسین فاروقی بھی جھنگ سے تشریف لے آئے۔ پانچ بجے صبح بیداری ہوئی‘ جس میں تلاوت قرآن‘ نماز تہجد اور مسنون دعائیں یاد کی گئیں۔ بعد نماز فجر امیر حلقہ نے درس حدیث بعنون ’’اخلاص کی اہمیت‘‘ پر نہایت پر مغز گفتگو فرمائی۔ شب بیداری کے اس پروگرام میں 8 رفقاء اور 17 احباب نے شرکت فرمائی۔

22 جنوری صبح دس بجے محترم مختار حسین فاروقی نے ’’شہادت علی الناس‘‘ کے موضوع پر خصوصی ماہانہ خطاب فرمایا۔ انہوں نے کہا‘ ہمارے کاندھوں پر دوسروں تک دین کی ذمہ داری کا بارِ گراں نبی آخر الزماں ﷺ کے امتی ہونے کے ناطے سے ہے۔ ہمیں اپنے قول و عمل سے پورے دین کی گواہی دینی ہے۔ دین کی عملی گواہی اس وقت تک مکمل نہیں ہو گی جب تک دین کا غلبہ نہ ہو۔ اس لیے ہمیں اپنا تن من دھن اسی کام کے لیے لگانا چاہیے۔ اس خطاب کو تقریباً 40 رفقاء و احباب اور 15 خواتین نے سماعت کیا۔ آخر میں ایف اے‘ ایف ایس سی میں فرسٹ ڈویژن لینے والے طلبہ کو تقسیم ’’الکتاب‘‘ کی تقریب ہوئی۔ بعد میں شرکاء کی چائے کے ساتھ تواضع کی گئی۔ اس طرح یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

(رپورٹ: غلام نبی)

ضرورت رشتہ

☆ 26 سالہ ایم اے (ELT) سنی العقیدہ ہاشمی قریشی لڑکی کے لیے دینی مزاج کا حامل ہم پلہ رشتہ درکار ہے۔ والدین رابطہ کریں:
برائے رابطہ: طاہر شکور ہاشمی
فون: 042-5150717‘ 0300-4292766

☆ جورجیہ (امریکہ) میں مقیم بیٹا‘ عمر 26 سال کے لیے امریکہ میں مقیم دیندار گھرانے سے رشتہ درکار ہے‘ لڑکی قرآن وسنت پر عمل کرنے والی‘ تعلیم یافتہ ہونی چاہیے۔
ammay-ubd@yahoo.com

☆ لاہور کی رہائشی فیملی کو اپنی 25 سالہ MSc بیٹی کے لیے دینی مزاج رکھنے والے اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ لڑکے کے والدین رابطہ کریں۔
رابطہ: 0321-4913778

☆ چند سفید ریش گورنمنٹ پنشنرز افسران کے لیے لاہور سے دینی رجحان کی حامل موزوں خواتین کے رشتے درکار ہیں۔ پچاس سالہ بیوہ جو بے اولاد خاوند کی خدمت کر سکیں۔
رابطہ: مسز رفیع خان فون: (042) 7245705-7058724
عبدالرزاق فون: (042) 8412176

بقیہ: اداریہ

مسلمانوں کے دینی شعائر کا تمسخر اڑانے کی صورت میں مسلمان متفقہ راست اقدام کریں گے جس میں سفارتی تعلقات کے ساتھ ساتھ تجارتی تعلقات بھی منقطع کیے جاسکتے ہیں‘ تو ہم سمجھتے ہیں کہ اس میں اگرچہ مسلمانوں کو کچھ معاشی نقصان پہنچے گا‘ تاہم غیر اسلامی دنیا کو اِس کا ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑے گا‘ لہٰذا اہل یورپ وامریکہ آئندہ ایسی مذموم حرکت سے پہلے سو بار سوچیں گے۔ ہم عیسائی دنیا سے بھی درخواست کرتے ہیں کہ یہود کی تاریخ کا مطالعہ کریں۔ یہ محسن کش قوم ہے۔ وہ وقت آنے پر عیسائیوں کے ساتھ بھی وہی سلوک کرے گی جو وہ آج مسلمانوں سے کر رہے ہیں۔

nations is a true national uprising and a thorough rout of the enemy in this war. The honor and dignity of Ummah can be restored only after an all out defeat to the enemy. It is known to all and sundry how the triumph of Afghan Mujahideen over the Russian Army awakened the Ummah and rekindled in the hearts and minds of its youth a true desire for freedom and establishment of Allah's' rule on His earth. This revival was so strong that it shook the entire edifice of our enemies and forced them to forget their differences and unify their ranks in fighting the Islamic movement. If Allah wills and the Americans, like the Russian, are defeated in Afghanistan and Iraq, it will give such a boosting impetus to the Islamic movement that nothing will stand in its way in its final march towards the pinnacle of its victory. Further, this victory will definitely push the US to the same fate experienced by the Russians, leading to its dismemberment. The Muslim nations, suffering under Western-imposed governments, will be freed and the despotic regimes will be toppled like a house of cards.

The last round of the battle:

Those who think that the Americans are invincible and will remain a dominating global force for long time are living in a fools' paradise. These people are totally in dark about the stark realities of the US society and its corrupt and dying social and economic systems. They are also oblivious of the laws of Allah that there is always a decline after one reaches the zenith. The Western experts were forecasting and expecting the decline and ultimate collapse of the US society much before the collapse of the Russian society, because they saw imminent signs of collapse in the US outnumbering those in the Russian society but the Russian decline was accelerated by the Afghan Mujahideen. The Russians needed only a Gorbachev and an Afghanistan so that the entire world could get rid of the evil Soviet acts. With Bush and his hawkish cronies in the White House and the American troops having nightmares in both Afghanistan and Iraq both the prerequisites have been fulfilled. The world should rejoice that the D-day of this evil power is very near.

(Courtesy: Daily The News, January 15, 2006)

فلک سیر (ٹورسٹ) ریزورٹ ساگز ریسٹورنٹ
ملم جبہ‘ سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور پُرفضا مقام **ملم جبہ** میں قیام وطعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے اور روشن کمرے‘ نئے قالین‘ عمدہ فرنیچر‘ صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے‘ اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

فلک سیر کارپوریشن‘ جی ٹی روڈ‘ امانت کوٹ‘ مینگورہ سوات

فون دفتر: 0946-725056‘ ہوٹل: 0946-835295‘ فیکس: 0946-720031

The sole achievement of the Americans in Afghanistan has been the toppling of the Taliban government. They have failed to establish their writ, set up a strong central government and provide peace and security. They have not succeeded to secure a corridor for their dream gas pipeline from central Asia nor could they crush the resistance of the freedom loving people of Afghanistan. Their failure in checking poppy cultivation or daily casualties of their patrols at the hands of the Mujahideen and their inability to put an end to the bloody infighting among the Afghan mercenary groups at their service speak volumes about their crippling inability to exercise any kind of control over the events. These issues strongly indicate that a long-term presence in Afghanistan is impossible for the Americans.

One of the main objectives of guerilla war is to create an atmosphere where the ruling group and their foreign masters look upon the entire nation as their enemies, fearing everybody and not able to trust anyone. An effective campaign, to show that the entire nation, barring a few people, is opposing the regime and the foreign forces, should be launched. It is a basic objective of guerilla warfare to create an atmosphere of mistrust, and mutual indignation between the nation and the enemy. The enemy should in no way be able to propagate that a handful of Afghans or specific groups are fighting against it.

The enemy always tries to direct its propaganda machine against a particular group or groups to justify its steps against the adversaries of the regime and convince the people that its campaign to eradicate the opponents is in the interest of the nation and must continue till the final victory.

In such a situation, it is advisable that the Mujahideen operate under several names attributing different operations to different groups and propagating among the masses that they do not belong to the specific groups targeted by the propaganda machine of the enemy. The Mujahideen should maintain that they represent the common man and are only fighting for liberating their country and safeguarding their religion and values with full respect for all jihadi groups and the desire for their unification. This will develop among the nation and pro-regime elements a sense that the regime has a wide spectrum of armed adversaries and the majority of Afghans despise the foreign forces and want their early withdrawal from the country. But here we must be extremely cautious not to give birth to new groups which would be very detrimental to the cause of jihad. One must recall that one of the biggest problems that our enemies created for Mujahideen in Afghanistan was the multiplying number of groups established at the behest of the enemies of Islam. It is these groups that collaborated with the Russians and now are serving the Americans against their own nation.

The Mujahideen should be extra cautious in selecting their slogans and avoid at all cost such slogans that may alienate them from the nation and give the enemy an opportunity to launch a vicious propaganda against them. Islam, freedom, independence, security, justice, national unity and withdrawal of foreign forces, establishment of a strong central government of people's choice, eradication of tyranny, fighting for people's rights and serving the down-trodden and the deprived segments of the society should constitute the main slogans of the Mujahideen.

The secret of our success lies in our capability to inflict heavy losses on the enemy with little or no loss to us. This will boost the morale of the Mujahideen and the people.

The success of the Mujahideen lies in the fact that the enemy cannot find out when, where and how it comes under attack. The war initiative must lie in the hands of the Mujahideen and any war imposed by the enemy with the choice of place and timing in its hands must be avoided.

Before complete victory, formation of the next government are but futile exercises. About the next government, it should be said we want an Islamic government to be formed through free choice of the people from among virtuous, efficient, trustworthy and pious people who should promote Islamic values, serve the people, fight for the rights of the destitute and eradicate injustice, corruption, nepotism and discrimination.

The reasons for Taliban's failure :

The Taliban had a golden chance in Afghanistan and could do a lot of important things, but, unfortunately, they made some big mistakes:

1 They started fighting Hezb-e-Islami on the instigation of foreign forces despite the fact that Hezb was the pioneering force of the Islamic movement and the backbone of resistance during the years of jihad in Afghanistan. They should have cooperated and collaborated with Hezb in serving the cause of Islam, but, unfortunately, their failure to distinguish friends from foes led them to fight their natural allies and make an irreparable damage to the cause of Islam.

2 Trusting a communist general like General Malik and dispatching thousands of Islamic warriors to the North under a deal with him was virtually like throwing them to the wolves. A similar blunder was trusting Dostam and surrendering Mujahideen to him by thousands who were all massacred. In these two blunders, more than ten thousand Taliban were sacrificed, a number which could be sufficient to rule over the entire country and could accomplish great feats.

3 Total confidence in the Pakistani intelligence service allowed elements among them to freely work and roam in the country. At the end, this intelligence service got in bed with the Americans, provided them with crucial information and the blue-print for toppling the Taliban government, rounded more than 500 Taliban and surrendered them to the Americans.

4 Taliban's antipathy towards schools and university and their aversion to female education was another problem. Instead of blending the best of madrassa and school curricula into a single comprehensive curriculum for proper education of the youth and the uplift of the country, they insisted on the old syllabus in vogue in madrassa system since centuries which has failed to produce Islamic scholars capable of comprehending the real spirit of Islam and Islamic disciplines and lead towards learning the basic modem subjects and skills. In this system, the love for ancient logic and the time allocated for this outdated discipline exceeds the time allocated for Quran studies which are, in some cases, totally neglected. Even, when they teach Qur'an, the focus of the study remains the grammatical rules of Arabic whereas in the madrassa of the Prophet, His companions like Bilal al-Habashi, Suhaib al-Rumi and Salman al-Farsi used to learn Qur'an even though they had no knowledge of these prerequisites considered to be compulsory in today's madrasas.

The road to the revival of the Ummah:

Muslim nations are suffering from inferiority complex and degradation. This inferiority complex cannot be eradicated through cultural struggle or by social and economical development. The only morale booster for these oppressed

Vol: 15 Regd. No. LRL -50 No. 6

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Gulbadin Hikmat Yar

An American Endgame-(II)

With the collapse of communism, the Islamic movement is facing a new situation as the only force to challenge the imposed colonialist rule. Previously and even after the initial rise of the Islamic movement and its struggle, the Western colonialist powers considered the communist and nationalist organisations and groups as their adversaries because of the support they received from the Soviet Union and China while the Islamic movement did not enjoy any such backing. With the demise of the Soviet Union, the entire West has unified its ranks in the fight against the Muslims, under the cover of the fight against the so-called terrorism. The two communist regimes of Russia and China are fully collaborating with the West as they are also grappling with the consequences of their brutal tyranny against the Islamic movements of Chechnya and Eastern Turkistan.

But despite these impediments, today, the Islamic movement has at its disposal such vast resources that it never had before. A large number of sincere, knowledgeable, dedicated and faithful members are at work and they are ready for any sacrifice. Further, the movement enjoys across-the-board support of the Muslim nations. I am certain that if these resources, or even a portion of them, are utilised judiciously and with wisdom, the movement will have great achievements but, unfortunately, these resources are being used in a much disorganised manner and, therefore, may not produce the desired results. The most important question before the Islamic movement today is to choose the country best suitable for an Islamic revolution in the prevailing circumstances where desired results can be achieved in a short time with little efforts and energy. After selection of such a country, all the efforts should be focused there.

In this regard, I believe Afghanistan is an ideal place where all the resources to defeat the Americans overwhelmingly are available. We don't have such a strategic place in any other corner of the world: the people of Afghanistan are ready for sacrifice, they are battle-hardened and have the experience of successfully fighting and kicking out a so-called super power and they look at the Americans as much weaker and demoralised force than the Russians. The natural geography of the country with high-rise mountains, narrow valleys, deep ravines and dense forests makes it an ideal place for guerilla warfare. The present crusade against Islam has started from Afghanistan and the destiny of the Ummah is linked to this war. By the grace of Almighty Allah, if the enemy is bogged down and defeated in Afghanistan, it will face consequences similar to those faced by the Soviet Union and thus Allah will rid the Ummah from the evil acts of these present-day Pharaohs.

It is very unfortunate that some so-called Islamic groups, instead of directing all their energies, resources and dedication and activities against the real enemy and the corrupt foreign-imposed regimes, are wasting their available resources in such activities which bring no dividend for them or for Islam. They waste their energies either in sectarian infighting or killing of common people or similar useless activities. In such activities, sometimes, they suffer great losses which if averted could be sufficient for bringing an armed revolution in the society.

How to fight the enemy:

In the prevailing circumstances in Afghanistan, it is not in our interest to fight the enemy in face-to-face wars that will kill only the Afghan mercenaries bought for a few dollars and placed in the front rows as gun fodder. Killing such people will have little adverse effects on the Americans. Instead, the war plans should be drawn in a way to target the real enemies and focus all the energies and resources for their elimination through sudden hit-and-run attacks on their convoys. Face-to-face wars and drawing frontlines need large resources not presently at the disposal of the Mujahideen and therefore they should devise a strategy which could optimise their performance. We must also realise that the present so-called alliance against terrorism is bound to break up very soon as it is unlikely for the rest of the partners to quietly swallow their grievances and humiliation at the hands of the coward but arrogant and trigger-happy Americans who have developed a habit of killing their own partners through 'friendly fires'. It may also lead to the formation of a joint front against the excesses of the Americans in the world the beginnings of which we have already observed in the opposition the Americans faced in the United Nations Security Council and through the mammoth protests in every nook and comer of the world prior to their savage unilateral attack on Iraq. If resistance is intensified further or maintained at its present level, it will lead to widespread frustration and a revision of policies by the US planners.

The war plans should be drawn in a way to place the initiative always in the hands of the Mujahideen and cripple the enemy from taking any initiative against them. In this regard, the place, time and manner of conducting guerilla attacks are of paramount importance. The enemy, pursuing a blackout policy, tries to deny Mujahideen's attacks and if forced to confess the occurrence of attacks, denies or belittles the casualties which belie the American claims of invincibility and stir the domestic American public opinion against the war. The Mujahideen have, unfortunately, failed so far to make documentary films about their successful operations and casualties of the Americans and air them to the world. They must focus on true propaganda and publicity as this will increase the importance of their operations. They must fight the enemy physically as well as psychologically keeping in mind that psychological warfare, in certain circumstances, surpasses actual fighting.

Why is it easy to defeat the Americans and Kabul regime?

The present Kabul regime is dependent on foreign forces and cannot survive without its foreign masters even for a few days. The foreign troops in Afghanistan today are far less in number than the Soviet forces and therefore cannot guarantee security of cities and highways. One can easily target them and launch raids against them at any point.

The Western soldiers, particularly the American troops, have very little courage and battle experience as compared to the Soviets. If their casualties in Afghanistan cross the present level and proper arrangements are made for media coverage of their losses, they will leave Afghanistan quickly. Therefore, our main focus should be to raise the level of damage to the American lives and relegate other targets to a secondary position to avoid unnecessary division and wastage of our resources and energies.